ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

19 تا 25 اکتوبر 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

ایک غیر مسلم سکالر پروفیسر سمتھ کی نگاہ میں

قیام پاکستان کا مقصد

ہمارے نام نہاد دانشوروں کے لئے لمحۂ فکریہ

’’شاید پاکستانی کسی وقت یہ خیال کریں کہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا کام اُن کے ابتدائی اندازہ سے کہیں زیادہ دشوار ہے‘ لیکن سوچا جائے تو اب اُن کے لئے کوئی راہِ مفر باقی نہیں۔ اُن کے وعدے اور دعوے اتنے بلند بانگ اور واضح تھے کہ اُن کی تکمیل سے گریز ناممکن ہوگیا ہے۔ اُن کی تاریخ اب ’’تاریخِ اسلام‘‘ ہوگی۔ اُن کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری آن پڑی ہے۔ اب خواہ وہ اُسے پسند کریں یا اس پر نادم ہوں‘ بہر حال وہ ’’اسلامی ریاست‘‘ کے تصور کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نہ اسے زیادہ دیر سرد خانہ ہی کی نذر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت اسلامی ریاست کے نظریہ کو ختم کرنے کا فیصلہ محض طریق کار کی تبدیلی کا فیصلہ ہی نہیں ہوگا‘ یہ تو گویا اپنے دین اور وطن کی اساس پر کلہاڑا اچلانے کے مترادف ہوگا۔ اور تمام دنیا اس گریز سے یہی مطلب اخذ کرے گی کہ اسلامی ریاست کا نظریہ لایعنی اور اُس کا نعرہ محض فریبِ نظر تھا‘ جو حیاتِ جدید کے تقاضوں سے نبٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتا‘ یا یہ کہ پاکستانی بحیثیت ایک قوم کے اُسے اپنی قومی زندگی پر نافذ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔‘‘

اسلام ان ماڈرن ہسٹری

پروفیسر سمتھ

عید کا پیغام

کیا اسلام تلوار کے زور پر پھیلا؟

دعوت حق کا مشن

پتھر کے زمانے میں پہنچا دینے کی دھمکیاں

صلاح الدین ایوبی کی معرکہ آرا تقریر

برسی یا سالگرہ......؟

عید الفطر: فرزندانِ توحید کا عظیم الشان تہوار

تفہیم المسائل

عالم اسلام

الھدیٰ (252)

سورۃ المائدہ

(آیات: 14 تا 16)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ
وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ
وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ ﴾

”اور جو لوگ (اپنے تئیں) کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں' ہم نے اُن سے عہد لیا تھا مگر اُنہوں نے بھی اُس نصیحت کا جو اُن کو کی گئی تھی' ایک حصہ فراموش کر دیا۔ تو ہم نے اُن کے باہم قیامت تک کے لئے دشمنی اور کینہ ڈال دیا۔ اور جو کچھ وہ کرتے رہے اللہ عنقریب اُن کو اس سے آگاہ کرے گا۔ اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزمان) آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الٰہی) میں چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نُور اور روشن کتاب آ چکی ہے۔ جس سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور اُن کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔“

ہم نے اُن سے بھی میثاق لیا تھا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں' مگر وہ بھی اُس نصیحت سے فائدہ اٹھانا بھول گئے۔ چنانچہ ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان نفرت اور عداوت طویل عرصے تک قائم رہی ہے۔ اگرچہ موجودہ دور میں عارضی طور پر یہ صورت حال تبدیل ہو گئی ہے اور عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان یکجہتی نظر آ رہی ہے' مگر حقیقت یہی ہے کہ لگ بھگ انیس سو سال تک دونوں کے درمیان شدید دشمنی رہی۔ عیسائی سمجھتے تھے کہ جسے ہم خدا سمجھتے ہیں یہودی اُس کے قاتل ہیں۔ انہوں نے عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھایا' جبکہ یہودی عیسیٰؑ کو مرتد' کافر اور ولد الزنا کہتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ یہ اتنا بڑا اختلاف ہے کہ پاٹا نہیں جا سکتا۔ دوسرے یہ کہ خود عیسائیوں کے اندر بھی شدید قسم کی گروہ بندی اور اختلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فرقوں کے درمیان ایسی خانہ جنگی ہوئی ہے جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ لندن سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے Blood on The Cross (صلیب پر خون)۔ اِس کتاب میں عیسائی فرقوں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کے درمیان دشمنی کی حیران کن تفصیلات ہیں' جن سے اکثر لوگ واقف نہیں۔ ان دونوں فرقوں کے درمیان دشمنی کی ایک جھلک اب بھی آئرلینڈ میں نظر آتی ہے' جہاں اِن کے درمیان بدترین قتل و غارت گری ہوئی ہے۔ یہود و نصاریٰ پر یہ واضح کر دیا گیا کہ دنیا کی زندگی میں جو وہ کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن وہ سب کچھ انہیں جتلا دے گا۔

اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے۔ وہ تمہارے سامنے وہ چیزیں ظاہر کر رہا ہے' جنہیں تم کتاب میں سے چھپا رہے تھے' جبکہ ابھی بہت سی چیزوں سے تو وہ درگزر بھی کر رہا ہے' اُس نے تمہارے سارے بھانڈے نہیں پھوڑے۔

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور روشن کتاب آ چکی ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں ”اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا“ آیا ہے وہاں نور سے مراد قرآن حکیم ہی بنتا ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے لئے ”اَنْزَلْنَا“ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ہو سکتا ہے کہ نور قرآن حکیم کو کہا گیا ہو اور واؤ تفسیری ہو۔ تمہارے پاس نور یعنی واضح کتاب آ گئی۔ مطلب یہ ہو گا کہ اس قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی راہنمائی سلامتی کے راستوں کی طرف فرماتا ہے جو اس کی رضا کے طالب اور متلاشی ہیں۔ اور انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے' اور اُن کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ لیکن احتمال یہ بھی ہے کہ ”نور“ سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ہو' آپؐ کی روحانیت آپؐ کے پورے وجود پر غالب تھی۔ آپؐ کی روح پرنور ہے۔ لہٰذا آپ کو مجسم نور بھی کہا جا سکتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ یہ استعارے کا استعمال ہے۔ اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فرمانِ نبویؐ

پُرفتن دور

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا اَوْيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا)) (رواہ المسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نیک کام کرنے میں جلد بازی کرو' ان فتنوں سے پہلے جو کالی رات کو پیہم اور لگاتار تاریکیوں کی طرح آنے والے ہیں۔ صبح کا مؤمن شام کو کافر ہو جائے گا (یا فرمایا) شام کا مؤمن صبح ہوتے ہی کفر اختیار کر لے گا اور دنیا کے چند ٹکوں میں اپنا دین بیچ ڈالے گا۔“

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید کا پیغام

تاریخ کی حیثیت ایک اتالیق کی سی ہوتی ہے۔ اس کا دیا ہوا سبق نہ صرف کتابوں میں محفوظ ہو جاتا ہے بلکہ انسانوں کے سینوں میں بھی موجود رہتا ہے جسے وہ اگلی نسلوں کو منتقل کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جس طرح کسی فرد کے بُرے دن آئے ہوں تو اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، وہ نہ اپنے ماضی سے سبق سیکھتا ہے اور نہ دوسروں کے انجام سے عبرت حاصل کرتا ہے' اِسی طرح رُو بہ زوال قوم بھی تاریخ کو پرانے زمانے کی کہانیاں کہہ کر نظر انداز کر دیتی ہے۔

سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا، وہاں عیسائی حکومت قائم تھی۔ عوام اور خواص دونوں کی سطح پر چند مذہبی مسائل بڑے متنازعہ بن چکے تھے۔ علماء دو حصوں میں تقسیم تھے۔ چوکوں اور پارکوں میں عوام کو جمع کیا جاتا تھا، علماء کتابوں کا انبار لگا دیتے تھے اور مناظرہ شروع ہو جاتا تھا۔ دونوں طرف سے جوش و خروش کا اظہار ہوتا اور بعض اوقات جھگڑے اور فساد کی نوبت بھی آ جاتی تھی۔ کوئی ہار ماننے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ مسائل کیا تھے؟ سوئی کے ناکے پر کتنے فرشتے آ سکتے ہیں۔ دوسرا بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کیا حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دینے کے بعد بھی کنواری رہیں۔ اہم ترین مسئلہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے رفع آسمانی سے پہلے جو روٹی کھائی تھی وہ خمیری تھی یا فطیری؟ دور جانے کی ضرورت نہیں' اڑھائی صدی پہلے جب انگریز ہندوستان پر قبضہ جمانے کی تیاری مکمل کر چکے تھے، اس وقت علمائے ہند کے لیے سب سے غور طلب مسئلے یہ تھے، اللہ بھی چاہے تو وہ دوسرا محمدؐ پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں۔ اگر آپ نہیں کہیں گے تو (معاذ اللہ) اللہ قادرِ مطلق نہ ہوا' اور اگر آپ کہیں گے ہاں تو حضور ﷺ امتناع نظیر نہ ہوئے۔ اسی طرح امکانِ کذب کا مسئلہ تھا کہ اللہ (معاذ اللہ) جھوٹ بولنے پر قادر ہے یا نہیں۔ مفتیان ہند اِن مسائل پر شب و روز محنت کر رہے تھے اور انگریز ہندوستان پر اپنے دانت تیز کر رہا تھا۔

آج عالمی سطح پر امریکہ، بھارت اور اسرائیل کا اتحاد ثلاثہ قائم ہو چکا ہے اور وہ عالم اسلام پر کاری اور فیصلہ کن ضرب لگانے کی نہ صرف تیاریاں مکمل کر چکا ہے بلکہ بعض ابتدائی اقدام بھی اٹھا چکا ہے۔ اُسے سب سے زیادہ ایٹمی قوت کا حامل اسلامی ملک پاکستان کھٹک رہا ہے اور پاکستان کا حال یہ ہے کہ فوج نے بزورِ باز و اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے، بالفاظ دیگر فوج نے اپنے ہی ملک کو فتح کر لیا ہے اور عوامی رہنماؤں کو ملک بدر کر دیا ہے۔ سیاسی، قومی اور مذہبی بنیادوں پر تفرقہ ہے۔ صوبائی عصبیت بدترین نفرت اور دشمنی کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ کالا باغ ڈیم کو ایک صوبہ زندگی اور دوسرا موت کا سامان قرار دیتا ہے۔ سینکڑوں سیاسی اور مذہبی جماعتیں ہیں، پھر اُن میں مزید توڑ پھوڑ ہے اور گروپس بنے ہوئے ہیں جو باہم دست و گریبان رہتے ہیں۔ عدلیہ نظریہ ضرورت کی محتاج ہو کر رہ گئی ہے۔ پولیس چوروں اور ڈاکوؤں کی معاون نظر آتی ہے۔ بلوچستان میں بی ایل اے کی طرف سے گوریلہ جنگ زوروں پر ہے اور سرکاری تنصیبات پر حملے ہو رہے ہیں۔ خارجہ پالیسی کے حوالہ سے عوامی اور حکومتی سوچ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حکومت جس امریکہ کی دہشت گردی کی جنگ میں اتحادی بنی ہوئی ہے عوام اُس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اُسے عالم اسلام کا اوّلین دشمن قرار دیتے ہیں۔ مشرف نے بش کو اپنا امام بنایا ہوا ہے جبکہ عوام اُسے شیطانِ بزرگ کہتے ہیں۔

ہم عید سعید کے موقع پر پوری قوم خصوصاً دانشوروں، سیاست دانوں، مذہبی رہنماؤں، وکلاء اور صحافیوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ سوچیں کہ یہ کس جرم کے ارتکاب کی سزا ہے کہ ہمارا معاشرہ افتراق و انتشار کا شکار ہو گیا ہے۔ **1971**ء میں ہمارے جسم کا ایک حصہ کٹ کر ہم سے کیوں الگ ہو گیا۔ اتحاد اور اتفاق کا درس دینے والے علماء ایک دوسرے کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ سندھ اور بلوچستان میں پنجابی کو گالی دینا فیشن کیوں بن گیا ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان خلیج ناقابل عبور کیوں ہوتی جا رہی ہے۔ ان سب سوالوں کا سیدھا سادا اور اٹل جواب یہ ہے کہ جو نظریاتی ملک اپنے نظریے سے عملی طور پر منحرف ہو جائے گا وہ سوویت یونین کی طرح چکنا چور ہو جائے گا۔ کاش ہم سمجھ جائیں کہ بنیاد قائم نہ رہے تو ڈھانچہ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ نظریہ اور وجود، روح اور جسم کی مانند ہوتے ہیں۔ روح پرواز کر جائے تو جسم دفنا دیا جاتا ہے' وگرنہ گل سڑ کر بدبو پھیلاتا ہے۔ (باصفحہ نمبر 10 پر)

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 19 تا 25 اکتوبر 2006ء — 25 رمضان تا 2 شوال 1427ء — شمارہ 39

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اکتالیسویں غزل

(بالِ جبریل' حصہ دوم)

ڈھونڈ رہا ہے فرنگ عیشِ جہاں کا دوام — وائے تمنائے خام! وائے تمنائے خام!
پیرِ حرم نے کہا سُن کے مری رُوداد! — پختہ ہے تیری فغاں' اب نہ اسے دل میں تھام
تھا اَرِنی گو کلیمؑ' میں اَرِنی گو نہیں — اُس کو تقاضا روا' مجھ پہ تقاضا حرام!
گرچہ ہے افشائے رازِ اہلِ نظر کی فغاں — ہو نہیں سکتا کبھی شیوۂ رندانہ عام!
حلقۂ صوفی میں ذکر' بے نم و بے سوز و ساز — میں بھی رہا تشنہ کام' تو بھی رہا تشنہ کام!
عشق تری انتہا' عشق مری انتہا — تُو بھی ابھی ناتمام' میں بھی ابھی ناتمام!
آہ! کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز — ورنہ ہے مالِ فقیر' سلطنتِ روم و شام!

اقبال نے اِس غزل کی ابتدا ہی میں یہ بتایا ہے کہ یہ اشعار ''فرانس میں لکھے گئے۔'' گویا عین مغرب میں رہ کر مغربیت کے مشاہدے کے تاثرات اِس غزل میں آ گئے ہیں۔

1۔ کہتے ہیں کہ اقوامِ مغرب اِس لایعنی اور فضول خواہش میں مبتلا ہیں کہ دنیاوی عیش و عشرت کو ہمیشہ برقرار رکھنے کا نسخہ مل جائے۔ مراد یہ کہ اس دارِ فانی میں تمام دنیاوی و مادی ترقی کے باوجود دائمی عیش و عشرت کیسے برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اس مطلب کو دوسرے انداز میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ مادہ پرست قومیں اِس کوشش میں منہمک ہیں کہ اِن کا اقتدار دنیا میں قیامت تک اسی طرح برقرار رہے' لیکن یہ خیالِ خام ہے جو کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ عاد اور ثمود کے زمانے سے لے کر سلطنت روما' سلطنت فارس اور سلطنت مغلیہ تک تاریخ عالم کے اوراق اِس حقیقت پر شاہد ہیں کہ جب کوئی قوم شراب و ناب' جنسی آزادی اور لہو و لعب کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیتی ہے تو صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ اقوامِ مغرب بھی اِس تاریخی کلیے سے ماورا نہیں ہو سکتیں۔

2۔ میں نے جب اپنی رُوداد قلم بند کی اور اپنا کلام پیرِ حرم یعنی بزرگوں کو سنایا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اسے محض اپنی ذات تک محدود نہ رکھ' بلکہ عام لوگوں تک پہنچا دے' تاکہ وہ بھی تیرے ہم نوا بن جائیں۔ مطلب یہ کہ میں اپنی شاعری کے ذریعے جو پیغام اپنی قوم کو دے رہا ہوں' وہ برسوں کے غور و فکر کا نتیجہ ہے اور جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میرے خیالات میں پختگی آ گئی ہے' تب میں نے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو میرے کلام کا مطالعہ بہت غور کے ساتھ کرنا چاہیے۔

3۔ اس شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے مقرب بارگاہ تھے۔ اللہ کی جناب میں درجۂ اختصاص رکھتے تھے' اس لیے اُن میں اِس درخواست کی جرأت پیدا ہو سکی کہ اے اللہ تو مجھے اپنا جلوہ دکھا' لیکن میں تو ایک عاجز اور گناہگار بندہ ہوں' مجھے یہ حق نہیں ہے' بلکہ میری یہ مجال کہاں کہ میں حرفِ تمنا اپنی زبان پر لا سکوں۔ دیدار کی درخواست سے پہلے طاقتِ دیدار تو پیدا کر لوں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے دیدار کی درخواست اس لیے کی کہ وہ اپنا اطمینانِ قلب چاہتے تھے' لیکن مجھے عشقِ رسول ﷺ کے طفیل ایسا یقین حاصل ہے کہ مشاہدے کی ضرورت نہیں۔ یہ مطلب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِس قول سے ماخوذ ہے کہ ''اگر میں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں' تب بھی میرے یقین میں کوئی بیشی نہیں ہو سکتی۔''

4۔ یہ درست ہے کہ بعض اوقات اہلِ نظر کے کسی عمل سے بھی عشق کا رازِ افشا ہو جاتا ہے' لیکن اجتماعی سطح پر یہ ممکن نہیں ہے کہ عشق کے راز عام کیے جائیں۔ یوں بھی ہر شخص عشق کا حوصلہ کرنے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اقبال کہتے ہیں کہ اگرچہ اہلِ نظر کی فغاں سے' عاشقی کے رموز و نکات آشکار ہو سکتے ہیں اور ہو جاتے ہیں' لیکن اس کے باوجود عاشقی کا شیوہ عام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس راہ میں پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی اپنا سر ہتھیلی پر رکھ لے اور اور یہ وہ شرط ہے کہ دنیا میں بہت کم لوگ اس کو پورا کر سکتے ہیں۔

5۔ آج کل بھی صوفیا کی خانقاہوں میں ''ذکر'' ہوتا ہے' لیکن اُس سے نہ قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے نہ سوز و گداز' چنانچہ اس کی بدولت کوئی شخص بھی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچتا۔ خانقاہوں میں آج کل جو ''ذکر'' ہوتا ہے' وہ بے رس' بے روح اور بے سوز ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بے اثر اور بے فائدہ ہوتا ہے۔

6۔ مسلمان کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ وہ مرتبۂ عشق پر فائز ہو جائے۔ پس جب تک یہ رنگ پیدا نہ ہو' قوم کو جدوجہد ترک نہیں کرنی چاہیے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہر چند عشق ہر فرد کے جذبے کی انتہا پر محول ہے' اس کے باوجود عشق کی تکمیل کا امکان نہیں۔

7۔ افسوس! آج کا مسلمان شانِ فقر سے بیگانہ ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہے۔ اگر وہ آج بھی اپنے اندر شانِ فقر پیدا کر لے تو دنیا کی حکومت خود اُس کے قدم چومے گی۔ اے مسلمان! تجھ سے یہ بڑی بھول ہوئی کہ سچے فقر کا راز کھو دیا' ورنہ یہ امر واقع ہے کہ روم و شام کی سلطنت جو تیرے اقتدار میں آئی' وہ تیری شانِ فقر ہی کی بدولت تھی۔

کیا اسلام تلوار کے زور پر پھیلا؟

غزوۂ بدر

کے تاریخی معرکہ کی روشنی میں فکر انگیز جائزہ

مسجد دار السلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 13 اکتوبر 2006ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد)

حضرات! آج ماہ رمضان المبارک کی 19 تاریخ ہے۔ 17 رمضان المبارک کو اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ رونما ہوا تھا۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر ہے۔ جو سیرت النبی ﷺ کا ایک بہت اہم لینڈ مارک ہے۔ آج اس پر کچھ گفتگو ہوگی اور اس کے حوالے سے جو اشکالات پھیلائے گئے ہیں' ان کا جواب بھی دیا جائے گا۔

معرکۂ غزوۂ بدر 17 رمضان 2 ہجری کو پیش آیا۔ یہ نہ صرف اسلامی تاریخ کا بلکہ سیرت کا بھی بہت اہم واقعہ ہے۔ تاریخ اسلامی میں یہ حق و باطل کا پہلا معرکہ ہے۔ اس میں مشرکین کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ دوسری طرف مسلمان کسی جنگی تیاری سے نکلے ہی نہیں تھے۔ مسلمانوں کے خروج کا پس منظر کچھ اور تھا۔ تین سو تیرہ صحابہ کرامؓ پر مشتمل مختصر لشکر کفار کے مقابلے میں نہتا تھا۔ اُن کے پاس کل 7 تلواریں تھیں۔ فوج کا ایک اہم دستہ رسالہ جو گھڑ سواروں پر مشتمل ہوتا تھا' اصل قوت ہوتی تھی' لیکن مسلمانوں کے پاس کل دو گھوڑے تھے۔ مقابلے پر کفار کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی اور ان کا ایک سو گھوڑوں کا رسالہ تھا۔ گویا فرق صرف تعداد ہی کا نہیں تھا' کہ کفار ایک ہزار تھے اور مسلمان 313' بلکہ اصل فرق یہ تھا کہ کفارِ مکہ پوری تیاری سے آئے تھے' مسلح تھے' جبکہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں نکلے تھے۔ اگر ان کا جنگ کے لئے نکلنا ہوتا تو کیا مدینے میں تلواروں کی کمی تھی؟ کیا گھوڑے اتنے ہی کم تھے؟ اصل میں اس پہلو سے غور کرنا چاہیے کہ غزوۂ بدر کیا ہے؟

حال ہی میں پوپ نے ہم پر الزام لگایا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔ اسی طرح جب ہم انگریز کے محکوم ہوئے تو انہوں نے بھی جارحانہ انداز میں میں کہا کہ ع

''بوئے خوں آتی ہے اس قوم کی افسانوں سے'' یعنی اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔ ہم نے اِس کے جواب میں معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا اور کہا قطعاً نہیں' مسلمان کبھی اقدام نہیں کرتا' وہ تو صرف دفاعی جنگ کرتا ہے۔ چنانچہ اس معذرت خواہانہ انداز کے باعث ہم نے تاریخ کو خود ہی مسخ کرنا شروع کر دیا۔ نتیجتاً حقائق مثلاً غزوۂ بدر کیوں پیش آیا' ہماری نظروں سے اوجھل ہوتے گئے۔ اگر آپ اس غزوہ کے حالات کے پس منظر کا تفصیل سے جائزہ لیں تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ جنگ مسلمانوں کی طرف سے چھیڑی گئی تھی۔ قرآن مجید کی سورۃ الانفال میں غزوۂ بدر کے تفصیلی حالات آئے ہیں۔ دس رکوعوں مشتمل یہ سورت اِسی غزوۂ سے متعلق ہے۔ اسی سے متعلق مباحث مثلاً مال غنیمت کی تقسیم کیسے ہوگی' جنگی قیدیوں کا کیا ہوگا' جیسے سارے مسائل اِس میں بیان ہوئے ہیں۔

روایات سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ جنگ دفاعی نہیں' اقدامی تھی۔ اِس کا پس منظر یہی واضح کرتا ہے۔ ''الرحیق المختوم'' اس دور میں سیرت پر لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے مستند کتاب ہے' جو پچیس تیس سال پہلے انڈیا کے مشہور عالم دین مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے لکھی تھی۔

> **دشمنانِ اسلام کا الزام کہ اسلام تلوار سے پھیلا' اس اعتبار سے بالکل غلط ہے کہ آج تک کسی کو بھی زبردستی مسلمان نہیں بنایا گیا' مگر اسلامی حکومت' نظام خلافت' دین حق کے غلبہ کے لیے یقیناً تلوار کا استعمال ہوا ہے**

سیرت کو سمجھنے کے حوالے سے یہ بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔ غزوۂ بدر کے بارے میں جو شکوک و شبہات پائے ہیں' وہ اس کتاب میں دور کر دیئے گئے ہیں۔ اِس سے پہلے شیخ الہندؒ نے قرآن حکیم کا جو ترجمہ کیا ہے اور جس پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے حاشیہ تحریر کیا ہے' اس میں بھی انہوں نے صحیح صحیح حقائق بیان کیے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ غزوۂ بدر کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے حقیقت کو چھپا جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جنگ مسلمانوں پر ٹھونسی گئی تھی' مسلمانوں نے تو دفاعی جنگ لڑی ہے۔ حالانکہ یہ سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے تیرہ سال جو مکے میں گزرے تھے' وہاں مسلمانوں کو حکم تھا کہ اپنے ہاتھ باندھے رکھو' اپنی مدافعت میں بھی ہاتھ نہ اُٹھاؤ' کوئی تمہیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر کباب بنانا چاہے' تب بھی تم جواباً react نہیں کر سکتے۔ مگر یہ عبوری دور کا تقاضا تھا کہ ابھی مسلمانوں کو وہ قوت حاصل نہیں ہوئی تھی کہ وہ باطل قوتوں کا مقابلہ کرتے' اور بیت اللہ کو مشرکین کے تسلط سے آزاد کرا کے اُسے 360 بتوں کی نجاست سے پاک کرتے۔ یہ درحقیقت خود کو تیار کیے جانے کا دور تھا۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے ؎

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ تیرا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

دین حق کے قیام کے لیے سب سے پہلے ایک قوت کی تیاری ضروری ہے۔ جب قوت ہاتھ آ جائے' اور موقع سازگار ہو' تو باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر رب کی دھرتی پر رب کا علم بلند کرنے کے لیے تلوار استعمال کرنا ہوگی۔ یہ مسلمان کے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ لیکن تلوار کے استعمال کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کو بزورِ شمشیر مسلمان کیا جائے گا۔ اسلامی تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی کو جبراً مسلمان کیا گیا ہو۔ کیونکہ اہل اسلام کو حکم ہے کہ ''لا اکراہ فی الدین'' یعنی دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ اسلام کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کی تعلیم نہیں دیتا۔ ہر شخص کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر کوئی چاہے' تو ایمان لائے' اور چاہے تو کفر کرے

تلوار کے استعمال کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان تلوار کی طاقت سے دنیا سے طاغوتی نظام کا خاتمہ کریں گے۔ انہیں اس زمین پر باطل نظام گوارا نہیں ہوگا۔ طاغوتی نظام کو ایک مسلمان قبول ہی نہیں کر سکتا۔ اُس کی دینی غیرت و حمیت کا تقاضا ہے کہ اُس کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔ دشمنانِ اسلام کا الزام کہ اسلام تلوار سے پھیلا' اس اعتبار سے بالکل غلط ہے کہ آج دنیا میں جو ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں ان میں سے کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا گیا' نہ پوری اسلامی تاریخ میں ہی ایسا ہوا ہے' مگر اسلامی حکومت' نظام خلافت' دین حق کے غلبہ کے لیے یقیناً تلوار کا استعمال ہوا ہے۔ یہ ایک مسلمان کی غیرت و حمیت دینی اور اللہ سے وفاداری کا لازمی تقاضا ہے۔ جب زمین کا مالک اللہ ہے' تو یہاں پر طاغوتی قوتوں کا قبضہ کیوں ہو۔ یہاں شیطان کی حکومت کو کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے۔ طاغوتی نظام کا غلبہ ہو اور ایک سچا مسلمان چین سے سوئے' ایسا وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ بقول اقبال ؎

یا وسعتِ افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہب مردان خود آگاہ وخدامست
یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات

خاک کی آغوش میں تسبیح مناجات تو ایک ایک چیونٹی کر رہی ہے' ہر ہر ذرہ کر رہا ہے۔ لیکن بندۂ مومن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وسعت افلاک میں اللہ کی کبریائی کا اعلان کرے اور اس کو نافذ کرنے کے لیے میدان عمل میں نکلے۔

اب آیئے مطالعہ آیات کی طرف ۔سورۃ الانفال کی آیت 5 میں جہاں سے غزوۂ بدر کا تذکرہ شروع ہوتا ہے' فرمایا:

﴿كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ﴾

''(اے نبی ﷺ!) جیسے کہ آپ کو نکالا آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ''

گھر سے نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ مدینے سے نکالا۔ 313 مسلمان نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں گھروں سے نکلے۔ یہ اللہ کی طرف سے طے شدہ تھا۔ یہ نکلنا الل ٹپ نہیں تھا' بلکہ فیصلہ کن تاریخ لکھی جانی تھی۔

﴿وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ o﴾

''اور اہل ایمان میں سے ایک گروہ وہ بھی تھا جو کچھ ناگواری محسوس کر رہا تھا۔''

غزوہ بدر کا پس منظر سمجھ لیجیے۔ مسلمان مدینہ سے ایک تجارتی قافلے کا تعاقب کرنے کے لیے نکلے تھے۔ یہ مشرکین مکہ کا قافلہ تھا' جو شام سے واپس آ رہا تھا۔ اس سے پہلے بھی آٹھ ایسے واقعات ہو چکے تھے کہ قریش مکہ کے مختلف تجارتی قافلوں کے پیچھے نبی اکرم ﷺ نے دستے بھیجے تھے۔ قریش کی دو تجارتی شاہراہیں تھیں۔ ایک شاہراہ جو شام کی طرف جاتی تھی' وہ مدینے کے قریب سے ہو کر گزرتی تھی۔ دوسری شاہرہ جو یمن کے ساحل تک پہنچتی تھی' طائف کے پاس سے گزر کر جاتی تھی۔ آپؐ نے ان دونوں شاہراہوں پر غزوۂ بدر سے قبل آٹھ مہمات بھیجیں' چار میں آپؐ خود بھی شریک تھے۔ ان مہمات کا مقصد قریش کو یہ پیغام دینا تھا کہ تمہارے قافلے اب محفوظ نہیں' خطرے میں گھر چکے ہیں۔ اس سے پہلے تجارت پر تمہاری اجارہ داری تھی۔ تمہارے قافلوں پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا تھا' کیونکہ تم سارے عرب قبائل کے بتوں کے کسٹوڈین تھے۔ اب مسلمانوں نے تمہاری تجارتی شاہراہوں کو بلاک کر کے رکھ دیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور واقعہ ایسا پیش آیا جو قریش مکہ کے سانپ کی صورت بل سے باہر نکلنے کا سبب بنا۔ ہوا یوں کہ نخلہ کے مقام پر نبی اکرم ﷺ نے یمن کے ساحل کی طرف جانے والے قافلے کا راستہ روکنے کے لیے ایک دستہ بھیجا۔ اس قافلے کا مسلمانوں کے دستے کے ساتھ مقابلہ ہو گیا اور لڑائی کی نوبت آ گئی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں ایک کافر مارا گیا' اور مسلمان ان سے حاصل ہونے والا سارا مال مالِ غنیمت کے طور پر مدینہ لے آئے۔ یہ واقعہ رجب کی یکم تاریخ کو پیش آیا۔ اور ماہ رجب ان حرمت والے مہینوں میں سے ہے جن میں عربوں کے نزدیک لڑائی ممنوع تھی' لہٰذا مشرکین کو پروپیگنڈے کا ایک موقع مل گیا۔ وہ کہنے لگے کہ مسلمانوں کی جرأتیں اِس قدر بڑھ گئی ہیں کہ ہمارے قافلوں پر حملے کر کے ہمارے بندے قتل کر رہے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں حرمت والے مہینوں کے تقدس کا بھی خیال نہیں۔ مسلمانوں سے یہ معاملہ لاعلمی میں ہوا تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ابھی رجب شروع نہیں ہوا' جبکہ اس کا آغاز ہو چکا تھا۔ اِس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ......﴾ (البقرہ:217)

''(اے محمد ﷺ) لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے (بند کرنا) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ گناہ ہے۔ اور فتنہ انگیزی خونریزی سے بھی

پریس ریلیز

نیو ورلڈ آرڈر طاغوتی اور شیطانی نظام ہے انسان کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے کہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اسلام کا نظامِ رحمت قائم کیا جائے

حافظ عاکف سعید

اسلام میں صرف دفاعی جنگ ہی نہیں ہے بلکہ اللہ سے وفاداری اور دینی غیرت و حمیت کا تقاضا ہے کہ مناسب قوت فراہم ہونے پر طاغوتی نظام کو ختم کر کے اللہ کی زمین پر اللہ کا دین قائم کیا جائے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انھوں نے کہا کہ بعض مؤرخین کا دشمنان اسلام کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اسلام صرف دفاعی جنگ کی تعلیم دیتا ہے، درست نہیں۔ سیرت نبویؐ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غزوۂ بدر کے لیے حالات مسلمانوں نے خود پیدا کیے۔ قریش مکہ کو سانپ کی صورت بل سے باہر نکالنے کے لیے نبی اکرمؐ نے غزوۂ بدر سے قبل آٹھ مہمات روانہ فرمائیں، جن کا مقصد قریش کے تجارتی راستے کو بلاک کرنا تھا۔ انھوں نے کہا کہ زمین پر صرف اللہ کی حکومت کے نتیجے میں انسانیت کو سکھ کا سانس نصیب ہو سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے قائم کردہ نظام اجتماعی کے نتیجے میں عدل و انصاف، مساوات انسانی اور انسانی حقوق جس اعلیٰ سطح کو پہنچے آج کا انسان سوچ کے حوالے سے بھی وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ اسلام کے نظام اجتماعی کا قیام جہاں انسان کے لیے سب سے بڑی رحمت اور کامل فلاح و بہبود کا ذریعہ ہے وہاں انسان کی روحانی ترقی بھی صرف اسی نظام کے نتیجے میں ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جو رحمت اللعالمین ہیں آپؐ نے انسانوں کو طاغوتی نظام کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے ہاتھ میں تلوار اٹھائی۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ بنی اسرائیل کی تاریخ گواہ ہے کہ یوشع بن نون اور حضرت داؤدؑ کی حکومت بھی جہاد و قتال کے نتیجے میں قائم ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ غیر اللہ کی حاکمیت اس زمین پر سب سے بڑا فتنہ و فساد ہے۔ موجودہ نیو ورلڈ آرڈر طاغوتی اور شیطانی نظام ہے جو اُن چیزوں پر قائم ہے جنھیں اللہ نے انسانیت کے لیے مضر اور حرام قرار دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ شیطان انسان کو شرف انسانیت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا مغربی معاشرت انسان کو اصلاً حیوان بنانے کی سازش ہے۔ اسی طرح سودی نظام کے ذریعے انسان کو درندہ بنا دیا گیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ آج بھی انسان کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے کہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اسلام کا نظامِ رحمت قائم کیا جائے کیونکہ قرآن کی تعلیم یہی ہے کہ قتال اس وقت تک جاری رہے گا جب تک نظامِ اطاعت مکمل طور پر اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ اگرچہ استحصالی اور طاغوتی نظام کے خاتمے کے لیے تلوار اٹھانا ضروری ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کسی کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ ہی آج تک کسی کو جبراً اسلام میں داخل کیا گیا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی' پاکستان)

بڑھ کر ہے۔"

ٹھیک ہے مسلمانوں سے ایک غلطی ہوگئی' لیکن جو فتنہ انگیزی تم کر رہے ہو' یہ قتل سے بڑا گناہ (بڑا جرم) ہے۔ بہرکیف اس واقعہ پر کفار سیخ پا تھے اور مسلمانوں کو سبق سکھانا چاہتے تھے۔

مشرکین کا ایک اور تجارتی قافلہ جو مال و دولت سے لدا پھندا تھا' شام سے واپس جا رہا تھا۔ اس قافلے کے ساتھ چالیس افراد تھے اور قافلے کی سربراہی ابوسفیان کے پاس تھی' جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ قریش کی ٹاپ کی لیڈر شپ میں ان کا نام آتا تھا۔ یہ قافلہ جب تجارت کے لئے جا رہا تھا تب بھی مسلمانوں نے اس کا پیچھا کیا تھا' مگر اس وقت بچ نکلا تھا۔ اُسی وقت ابوسفیان نے اہل مکہ کو پیغام دیا تھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ واپسی پر دوبارہ قافلے پر حملہ نہ کر دیا جائے' لہٰذا میری مدد کی جائے۔ واپسی میں بھی اسے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ آپؐ اِس قافلے کا راستہ روکنے کے لیے نکلے تھے۔ یہ جنگی مہم نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو جنگی تیاری کی گئی اور نہ ہی سب لوگوں کو حکم دیا گیا' بلکہ کہا گیا کہ جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے' چلا جائے۔ چنانچہ 313 افراد بغیر کسی جنگی تیاری کے چل دیئے' کہ ان کے مقابلے میں صرف چالیس آدمی ہیں۔

راستے میں نبی اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی اور آپ نے جو اپنا حصول اطلاعات کا نظام بنایا ہوا تھا اس کے تحت بھی پتا چلا کہ ابوسفیان کے پیغام کے نتیجے میں اہل مکہ کا 1300 افراد پر مشتمل ایک لشکر بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ یہ صورتحال نئی تھی' جو راستے میں پیش آئی۔ چنانچہ آپؐ نے وہیں مجلس شوریٰ منعقد فرمائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا (جیسے کہ آگے یہاں پر بھی آئے گا۔) کہ اللہ نے وعدہ کرلیا ہے کہ ان دو گروہوں میں سے جس کا بھی تم قصد کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ اب چوائس تمہاری ہے۔ بتائیے' تمہاری کیا رائے ہے۔ خود آپ کا اپنا میلان واضح طور پر اِس طرف تھا کہ ہمیں اب قریش کا مقابلہ کرنا ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا بھی یہی تھی۔ اس وقت صحابہ کرامؓ میں سے حضرت مقداد بن اسودؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تقریریں کیں اور کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ جو ارادہ آپ کا ہو' ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ آپؐ جو بھی فیصلہ فرمائیے' ہماری جانیں حاضر ہیں۔ نبی ﷺ منتظر تھے کہ انصار کی طرف سے کیا جواب ملتا ہے۔ اس لیے کہ ابھی تک کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی تھی۔ اور اس سے پہلے آپؐ نے جو چھوٹے چھوٹے دستے بھیجے' وہ سب کے سب مہاجرین پر مشتمل تھے۔ جبکہ یہاں پر 313 میں بیاسی یا تراسی مہاجرین تھے۔ تقریباً سوا دو سو کے قریب انصار تھے۔ انصار میں سے 160 خزرج کے قبیلے سے تھے' جو بڑا قبیلہ تھا۔ اِس موقع پر حضرت سعد بن معاذؓ جو اوس قبیلے کے سردار تھے' کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! شاید آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ آپؐ بے فکر رہیے۔ اگرچہ ہمارا آپؐ سے عہد تو یہ تھا کہ مدینہ پر اگر حملہ ہوگا تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے' آپ کا دفاع کریں گے' لیکن ہم آپؐ کو اللہ کا رسول مان چکے ہیں۔ اب جو حکم ہو سر آنکھوں پر۔ یہ تقریر بڑی جذباتی تھی' جسے سُن کر اللہ کے رسول ﷺ کھل اٹھے۔ آپ کا چہرہ مبارک مسرت سے دمک اٹھا۔ کیونکہ آپؐ یہی چاہتے تھے۔ یہ مورال دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: ہم اسی لشکر سے مقابلہ کریں گے۔

اس مشاورت کے بعد آپؐ نے بدر کا رخ کیا۔ لیکن کچھ لوگ اب بھی ہچکچا رہے تھے۔ اُن کا خیال تھا ہم جنگ کے ارادے سے نکلے ہی نہیں لہٰذا جنگ کا خطرہ مول نہ لیا جائے۔ اور اِس لئے بھی کہ بظاہر موت نظر آ رہی ہے' کیونکہ ایک ہزار کا لشکر پوری جنگی تیاری سے نکلا ہے' جبکہ ہم نہتے ہیں۔ اس پر اگلی آیت میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ ﴾

"وہ لوگ حق بات میں اُس کے ظاہر ہوئے پیچھے تم سے جھگڑنے لگے' گویا موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں اور اُسے دیکھ رہے ہیں۔"

لوگوں نے صاف محسوس کرلیا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اپنی منشا کیا ہے' آپ کا میلان کس جانب ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ لوگ لشکر کفار کی بجائے تجارتی قافلے کی طرف جانا چاہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی پن پوائنٹ کیا' کہ اے مسلمانو! یہ بھی تمہارے اندر ایک کمزوری کی نشانی ہے۔ اللہ کے رسول کا ایک عندیہ معلوم ہونے کے بعد بھی کوئی اور رائے دینا چہ معنی دارد؟

﴿ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ ﴾

"اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ تم سے وعدہ کرتا تھا کہ (ابوسفیان اور ابوجہل کے) دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا (مسخر) ہو جائے گا۔ اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان و) شوکت (یعنی بے ہتھیار) ہے وہ تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ (کر پھینک) دے۔ تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دے' گو مجرم (مشرک) ناخوش ہی ہوں۔"

ابوجہل 1300 افراد کو لے کر نکلا تھا۔ کفار کو جب یہ خبر مل گئی کہ ابوسفیان نے اپنے قافلے کا راستہ بدل لیا' اور وہ بچ نکلا ہے تو اُن میں اختلاف رائے پیدا ہوا' کہ آیا جنگ کی جائے یا نہ کی جائے۔ کچھ کہنے لگے کہ جنگ کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم جس قافلے کی حفاظت کی غرض سے جا رہے تھے' وہ تو خیریت سے پہنچ رہا ہے۔ لیکن اس موقع پر وہ شخص جو نخلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا' اس کے لواحقین کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے دہائی دی کہ مسلمانوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی' ہمارا بھائی مار ڈالا۔ ہمیں اس کا بدلہ لینا ہے۔ اِس رائے میں ابوجہل بھی پیش پیش تھا۔ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان مدینہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ وہ نہتے ہیں اور انہیں فوری کمک نہیں پہنچ سکتی۔ لہٰذا اُن پر وار کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ چنانچہ فیصلہ یہی ہوا کہ مسلمانوں سے اسی موقع پر نمٹ لیا جائے۔ اِس فیصلے سے اختلاف کی بنا پر ایک قبیلے کے تین سو افراد واپس چلے گئے۔ چنانچہ 1300 میں سے ایک ہزار کا لشکر رہ گیا۔

ابوجہل کو اپنی فتح کا اِس قدر یقین تھا کہ اُس نے اس وقت کہا کہ یہ یوم الفرقان ہے۔ یعنی آج جو جیتے گا' ثابت ہو جائے گا کہ وہ حق پر ہے۔ بظاہر احوال اس کی Calculation صحیح تھی۔ انہیں برتری حاصل تھی۔ قرآن نے بھی اسے یوم الفرقان کہا۔ چنانچہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا واضح ہوگیا۔

بدر کے میدان میں کفار پہلے پہنچ گئے تھے' لہٰذا انہوں نے بہتر جگہوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ مسلمان بعد میں پہنچے۔ انہیں ریت کے ٹیلے پر جگہ ملی' جو جنگی لحاظ سے موزوں نہ تھی۔ لیکن اللہ کی قدرت دیکھیے کہ بارش ہونے کی وجہ سے صورت حال بدل گئی۔ مسلمانوں کو پانی بھی مل گیا' اور بارش کی وجہ سے ریتلی زمین مضبوط ہوگئی۔ اور جس جگہ قریش تھے وہاں کیچڑ بن گیا۔ اس کے ساتھ اللہ کی طرف سے فرشتوں کی مدد آئی' اور اس معرکہ میں ستر کفار قتل ہوئے' جن میں بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ ابوجہل بھی مارا گیا' الغرض چوٹی کے سرداروں میں صرف دو افراد پیچھے باقی بچے تھے۔ اُن میں سے ایک ابوسفیان تھا' جو تجارتی قافلے کے ساتھ تھا' اور دوسرا ابولہب جس نے اپنی فطری بزدلی کے باعث اس موقع پر اپنی طرف سے کرائے کا ایک فوجی بھیج دیا۔ مسلمانوں کے کل چودہ افراد شہید ہوئے۔ اُن میں سے آٹھ انصار میں سے تھے اور چھ مہاجرین میں سے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے ستر کافر قیدی بنائے۔ غزوۂ بدر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو پہلی سزا دی ہے' جس میں گویا اُن کی جڑ کٹ گئی۔ اور اللہ نے نہتے مسلمانوں کے ہاتھوں اس دن کو یوم الفرقان بنایا۔ فتح کے بعد آپؐ نے مزید تین دن میدان بدر میں قیام فرمایا تھا۔

اس معرکے کے حوالے سے یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ اسلام میں صرف دفاعی جنگ ہی نہیں ہے۔ مسلمان کے پاس جب بھی قوت ہو' وہ اللہ کی دھرتی پر طاغوت کا نظام برداشت نہیں کرسکتا۔ اُس کے پاس جب بھی طاقت ہوگی وہ باطل کو للکارے گا اور حق کے لئے جہاد کرے گا' کیونکہ یہ اللہ کی وفاداری کا لازمی تقاضا ہے۔ غزوۂ بدر میں ہمارے لیے یہی پیغام ہے۔ یہ جنگ مسلمانوں نے خود چھیڑی تھی' دفاعی نہیں تھی۔ اور اس سے قبل بھی مشرکین کے تعاقب کے لئے آٹھ مہمات بھیج کر انہیں پریشان کیا گیا' تاکہ وہ بل سے باہر نکلیں اور مقابلے پر آئیں۔ یوں حق کا حق ہونا ظاہر ہو اور باطل کی بیخ کنی ہو سکے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں۔ ان پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

(مرتب: فرقان دانش خان)

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

اسلامی انقلاب کے لیے

دعوتِ حق کا مشن

دعوت حق کو پہلے معجزاتی تائید درکار ہوتی تھی' اب علم انسانی خود اُسے مدلل اور برحق ثابت کر رہا ہے

محمد حسین

خدائی پیغام رسانی کا کام انسانیت کے آغاز سے لے کر ساتویں صدی عیسوی تک پیغمبروں کے ذریعہ ہوا ہے۔ نبوت کی سطح پر اس کام کی انجام دہی کا فائدہ یہ تھا کہ اسے معجزاتی تائید کی قوت حاصل رہتی تھی۔ نبی جب اپنی قوم کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے تو اس کے ساتھ من جانب اللہ وہ ایسے معجزات پیش کرتے جو ان کی دعوت کی صداقت پر غیر معمولی برہان بن سکیں۔ ختم نبوت کے بعد صورتِ حال یہ ہوگئی کہ دعوت کی ذمہ داری تو بدستور اپنی پوری شدت کے ساتھ باقی ہے مگر دعوت کے حق میں معجزاتی تائید باقی نہیں رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ بعد کو آنے والے داعیوں کے لئے اللہ نے یہ انتظام کیا کہ اس مقصد کے لئے خود انسانی تاریخ کے رخ کو موڑ دیا تا کہ دعوتی مشن کے حق میں وہ تائید ہم کو معمولی حالات میں مل جائے جس کو پچھلے لوگ صرف غیر معمولی حالات میں پانے کی توقع کر سکتے تھے۔ افسوس کہ موجودہ دور میں ہم اس راز کو سمجھ نہ سکے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہے۔

قرآن میں شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اس کے بالمقابل توحید کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ وہی کل صداقت ہے۔ قدیم ترین زمانہ سے انسانی زندگی کا نظام شرک کی بنیاد پر قائم چلا آ رہا تھا۔ تمام پیغمبر جو اللہ کی طرف سے آئے وہ اسی لیے آئے کہ انسان کو شرک کی برائیوں سے آگاہ کریں اور توحید کی بنیاد پر زندگی کا نظام قائم کریں تا کہ انسان کے اوپر دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا دروازہ کھل سکے' مگر قوموں نے پیغمبروں کی بات چلنے نہ دی۔ نبی عربی ﷺ پہلے پیغمبر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے تحت یہ کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے شرک کو ختم کر کے توحید کی بنیاد پر ایک مکمل انقلاب برپا کر دیا۔ یہ انقلاب جو ساتویں صدی عیسویں میں ظہور میں آیا' اس کے نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ تھا کہ اس نے تاریخ انسانی میں پہلی بار مظاہر کائنات کے تقدس کو ختم کر دیا اور انسانیت کے لئے اس مادی نعمت کے ظہور کی راہ ہموار کی جس کو جدید سائنس کہا جاتا ہے۔

تہذیب جدید کے مؤرخین کے سامنے ایک سوال یہ رہا ہے کہ فطرت کے خزانے اوّل دن سے زمین کے اوپر موجود تھے' انسان کے اندر ضروری ذہنی صلاحیت بھی قدیم ترین زمانہ سے پائی جاتی رہی ہے' پھر اس خزانہ کو انسانی تمدن کے لیے استعمال کرنے میں اتنی دیر کیوں لگی۔ انسان لاکھوں برس سے زمین کے اوپر آباد ہے مگر زمین کے قدرتی خزانوں کو موجودہ شکل میں استعمال کرنے کی تاریخ صرف چند سو برس پیچھے تک جاتی ہے۔ مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے بجا طور پر اس کا

اسلامی انقلاب کے بعد جب شرک کا نظام ٹوٹا اور توحید کو غلبہ حاصل ہوا تو انسانی عظمتوں کو فوق الفطری معتقدات سے وابستہ کرنے کا ذہن بھی ختم ہوگیا۔ اب سارے انسان ایک خدائے برتر کی یکساں مخلوق قرار پائے

جواب یہ دیا ہے کہ قدیم زمانہ کا انسان زمین کو دیوتا سمجھتا تھا۔ یہاں کی ہر چیز اس کے لئے اللہ کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ ان کو دیکھتا تو ان کے بارے میں اس کے اندر تقدس اور پرستش کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ اس نفسیاتی فضا میں زمینی ذرائع کو انسانی خدمت کے لئے استعمال کرنے کا جذبہ نہیں ابھر سکتا تھا۔ ٹائن بی کے الفاظ میں یہ توحید کا عقیدہ ہے جس نے کائنات کے تقدس کو ختم کیا اور ہر چیز کو ایک خدا کی مخلوق بتایا۔ اس طرح یہ نفسیاتی فضا پیدا ہوئی' جس میں انسان اپنے اس سیارہ کو دیوتا سمجھنے کے بجائے اپنا خادم سمجھے اور اس پر تصرف کر سکے۔

کائناتی تقدس ختم ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالم طبعی کے بارے میں انسان کا نقطۂ نظر بدل گیا' انسانی تعلقات کے تمام شعبے بھی اس سے انتہائی گہرائی کے ساتھ متاثر ہوئے۔ مشرکانہ نظام کے تحت جس طرح یہ ہوا تھا کہ طبعی دنیا میں جو چیز زیادہ روشن اور نمایاں نظر آئی اس کو اللہ سمجھ لیا گیا' اسی طرح انسانی عظمتوں کے بارے میں بھی فوق الفطری عقیدے قائم ہو گئے تھے۔ بادشاہ دیوتاؤں کی اولاد قرار پائے۔ مذہبی پیشواؤں کے ساتھ اللہ کا خصوصی رشتہ فرض کر لیا گیا۔ جس انسان کے اندر کوئی بڑائی نظر آئی' اس کے متعلق یقین کر لیا گیا کہ اس کو کوئی خاص آسمانی حیثیت حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔

اسلامی انقلاب کے بعد جب شرک کا نظام ٹوٹا اور توحید کو غلبہ حاصل ہوا تو انسانی عظمتوں کو فوق الفطری معتقدات سے وابستہ کرنے کا ذہن بھی ختم ہو گیا۔ اب سارے انسان ایک خدائے برتر کی یکساں مخلوق قرار پائے۔ ایک انسان اور دوسرے انسان میں فرق کرنے کی وہ بنیاد باقی نہ رہی جس کی وجہ سے تاریخ کے نامعلوم زمانوں سے انسانیت اونچ نیچ میں مبتلا چلی آ رہی تھی اور انسان اپنے حقیقی شرف سے محروم تھا۔ پیغمبر اسلام نے توحید کی بنیاد پر جو انقلاب برپا کیا' اس نے اللہ کی برتری اور اس کے مقابلہ میں سارے انسانوں کی یکسانیت اس طرح ثابت کی کہ قدیم روایتی نظام بالکل ٹوٹ کر رہ گیا۔ انسانیت ایک نئے راستہ پر چل پڑی۔ لوگوں کے عقائد بدل گئے۔ پیشوائی اور سرداری کا سابقہ نظام درہم برہم ہو گیا۔ وہ شہنشاہتیں زمیں بوس ہو گئیں جو فوق الفطری عظمتوں کا یقین دلا کر لوگوں کے اوپر حکومت کر رہی تھیں۔ اس طرح تاریخ میں پہلی بار اس تبدیلی کا آغاز ہوا جو ساری دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز کا سبب بنی۔

پیغمبر آخر الزماں اور آپؐ کے ساتھیوں کے ذریعہ جو انقلاب برپا کیا گیا وہ اگرچہ اصلاً توحید اور آخرت پر مبنی ایک انقلاب تھا مگر اس نے بہت سے دوررس دنیوی نتائج بھی پیدا کیے۔ آپؐ کے لائے ہوئے انقلاب کے دنیوی نتائج میں سب سے اہم وہ نتائج ہیں جنہوں نے قدیم زمانہ کے سماجی اور اجتماعی نظام کو اس طرح بدل دیا کہ وہ حالات ہی ختم ہو گئے جن میں دعوت حق کا کام ایک انتہائی مشکل کام بن گیا تھا۔ اب دعوت حق کا وہ کام ایک سادہ اور آسان کام بن چکا ہے جس کے لئے اٹھنے والوں کو قدیم زمانہ میں فرعون کے اس چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ''میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم کو سولی پر چڑھا دوں گا''۔ اسی طرح اس انقلاب نے قدیم زمانہ کے اس فکری ڈھانچہ کو بدل دیا' جس نے قیاسات اور توہمات کو علم کا درجہ دے رکھا تھا۔ کائنات میں چھپی ہوئی خدا کی

تصدیقی نشانیاں لوگوں کے سامنے آ گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دعوتِ حق کا وہ کام جس کے لئے اس سے پہلے معجزاتی تائید کی ضرورت ہوتی تھی۔ اب ممکن ہو گیا کہ خود علم انسانی کے ذریعہ اس کو ثابت اور مدلل کیا جا سکے۔

تاریخ کا رخ موڑنے کا یہ عمل جو ساتویں صدی عیسوی میں شروع ہوا تھا' موجودہ زمانہ میں وہ اپنی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ اللہ کے دین کی خاطر کام کرنے والوں کے لئے اب خود انسانی اسلحہ خانہ میں ہر قسم کے تائیدی ذرائع موجود ہیں۔ تمدنی انقلاب نے اب اس کا موقع دے دیا ہے کہ دعوت اسلام کا کام اس طرح کھلے میدان میں کیا جائے' جہاں کوئی فرعون اور کوئی نمرود راستہ روکنے کے لئے موجود نہ ہوں۔ حقائق کی دنیا کے انکشافات اب انسان کے علم میں آ رہے ہیں۔ وہ نہ صرف تمام دوسرے ادیان کو بے اعتبار ثابت کر رہے ہیں بلکہ مثبت طور پر دینِ حق کی صداقت کی گواہی بھی دے رہے ہیں۔

اسلام کے زیر اثر پیدا شدہ اس انقلاب نے جدید دنیا میں اسلام کی توسیع و اشاعت کے نئے دروازے کھول دیئے۔ ایک طرف یہ ممکن ہو گیا کہ توحید کی پیغام رسانی کے کام کو نہایت قوت کے ساتھ بالکل آزادانہ ماحول میں شروع کیا جا سکے۔ دوسری طرف پریس اور جدید ذرائع ابلاغ نے تاریخ میں پہلی بار یہ امکان پیدا کیا کہ اسلامی دعوت کی مہم کو عالمی سطح پر منظم کیا جا سکے مگر عین اس وقت ایک حادثہ پیش آیا۔ موجودہ زمانہ میں اسلام کے نام پر اٹھنے والی تحریکوں نے دعوت کے بجائے سیاست کا رخ کر لیا۔ وقت کے حکمرانوں سے ٹکرا کر انہوں نے اپنے لیے نئے عنوان سے دوبارہ وہی مشکلات پیدا کر لیں جن کو اسلام کے ہزار سالہ عمل نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا تھا۔

اسلام کی تاریخ میں کوئی واقعہ اتنا الم ناک نہیں جتنا الم ناک یہ واقعہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں اٹھنے والی تقریباً تمام اسلامی تحریکوں نے سیاسی محاذ آرائی کو کام سمجھا اور ٹھیک اس وقت جب تاریخ کا عمل اپنی آخری انتہا کو پہنچ کر ہمارے لئے دعوتی کام کا عالی شان میدان کھول رہا تھا' ہم انتہائی نادانی کے ساتھ ایک ایسی سیاسی لڑائی میں مشغول ہو گئے اور غلبہ و اقامت دین کے لئے ہمہ گیر دعوت و تحریک کی ضرورت و اہمیت کو بھلا بیٹھے۔ اب اس غلطی کی واحد تلافی یہ ہے کہ مروجہ سیاست بازی کو مکمل طور پر ترک کر کے اعلیٰ علمی سطح پر اور اس کے ساتھ ساتھ عوامی لیول بھی پر قرآن و سنت کے پیغام کو پہنچانے کا کام فوراً شروع کر دیا جائے' ساتھ ہی ساتھ برسر اقتدار طبقے کے خلاف شریعت کاموں پر راہ نمائی کا فریضہ انجام دیا جائے۔ اس سے عوام الناس میں نظام خلافت کی ضرورت اور قدر و قیمت کا شعور پیدا ہو گا اور اس کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے گی۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب

کا این آئی سی ہال اسلام آباد میں فکر انگیز خطاب

''اُمت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل''

آڈیو سی ڈی کی صورت میں دستیاب ہے

حاصل کرنے کے لئے تنظیم اسلامی کے علاقائی مراکز سے رابطہ کیجئے

مرکز تنظیم اسلامی

67۔ اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور' فون: 6366638-6316638 فیکس 6271241

ای میل: markaz@tanzeem.org' ویب سائٹ www.tanzeem.org

رفقاء واحباب مطلع رہیں'

ان شاء اللہ العزیز تنظیم اسلامی کا کُل پاکستان

سالانہ اجتماع عام

12 تا 14 نومبر 2006' (بروز اتوار' سوموار' منگل) فردوسی فارم' سادھوکے میں منعقد ہو گا

رفقاء سے ابھی سے ان تین ایام کو اللہ کے لئے خالص کر لینے کی درخواست ہے۔

(المعلن: ناظم اعلیٰ' تنظیم اسلامی پاکستان)

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے قارئین ''ندائے خلافت'' کو

عید مُبارک

اطلاع

عید الفطر کی تعطیلات کے باعث پریس اور دفاتر بند رہیں گے' لہٰذا ندائے خلافت کا آئندہ شمارہ شائع نہ ہو گا (ادارہ)

امیر تنظیم اسلامی کا پیغامِ عید الفطر' رفقاء واحباب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید الفطر کا دن اصل میں رب کائنات کی جناب میں اُس کی دو عظیم نعمتوں پر شکر بجالانے اور باوقار انداز میں خوشی منانے کا دن ہے۔ ایک نعمت وہ جسے خود اللہ رب العزت نے اپنی رحمانیت کا سب سے بڑا مظہر قرار دیا ہے۔ الرحمٰن o علم القران o وہ قرآن جو سرتا سر ہدایت ہے' صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرنے والا' اس صراطِ مستقیم کی جو ہمارے لئے ابدی و حقیقی کامیابیوں اور حصولِ رضائے رب کی ضامن ہے۔ اور دوسری نعمت' ماہ رمضان المبارک میں روزے جیسی عظیم عبادت کی توفیق کا ملنا ہے۔ قلب کی گہرائیوں سے ابھرنے والے جذبہ شکر کا حاصل ہے تکبیرِ رب۔ نہ صرف زبان سے رب کی کبریائی کا اعلان' بلکہ اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر مبنی نظام یعنی دینِ حق کو اللہ کی زمین پر قائم و غالب کرنے کا نعرہ مستانہ! خوشی کے اس موقع پر اپنے عزیز و اقارب اور رفقاء و احباب سے ملاقات اور سلامتی و مبارک پر مبنی پیغامات کا تبادلہ رسم دنیا' موقع اور دستور تو ہے ہی' اللہ کی نگاہ میں بھی بہت قابل قدر عمل ہے۔

ہماری دعا ہے کہ ہمارا رب اس ماہ مبارک اور قرآن حکیم کی برکت سے ہمیں آئندہ بھی ہر اس چیز سے بچنے اور اسے ترک کرنے کی توفیق بخشے جو اسے ناپسند ہے اور ہر اس کام کو بحسن و خوبی سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جو اسے پسند ہے۔ اور اس طرح ہمارے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہماری تمام دینی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) اور اے پروردگار! اس ہلالِ عید کو ہمارے لئے اور پوری اُمت مسلمہ کے لئے امن و امان اور سلامتی و اسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما اور اسے ہمارے لئے رشد و ہدایت کا موجب بنا دے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

احقر عاکف سعید عفی عنہ

عید الفطر کا پروگرام' ان شاء اللہ

باغ جناح' لاہور میں نمازِ عید

وقت : ساڑھے سات بجے صبح

خطبہ وامامتِ نماز : حافظ عاکف سعید

مختصر اردو خطاب : ڈاکٹر اسرار احمد
بانی تنظیم اسلامی

رفقاء واحباب سے ملاقات (عید ملن)

مقام : مرکز تنظیم اسلامی' گڑھی شاہو لاہور

تاریخ : 2 شوال المکرم 1427ھ

وقت : صبح 10:30 بجے تا 3:00 بجے سہ پہر

میزبان: امیر تنظیم اسلامی اور مرکزی ناظمین مع اہل وعیال

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

بقیہ: عید الفطر: عظیم الشان تہوار

صلوٰۃ العید کے بعد سکون اور توجہ سے خطبہ سنیں۔

عید کے دن مسلم بھائی سے ملاقات ہو تو کہیں "تقبل اللّٰہ منا و منک"' یعنی "اللہ میرے اور تمہارے روزوں کو قبول فرمائے!"

رمضان کے روزوں کی اصل غرض وغایت اہل ایمان میں تقویٰ کی آب یاری ہے۔ آپ کی عید اسی وقت اصلی عید قرار پائے گی جب اس رمضان کے بعد آپ پہلے سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے بن جائیں۔ اگر رمضان ختم ہوتے ہی رات بھر عید کی تیاریاں دوسرے صلوٰۃ الفجر کے لئے آپ کو نہ اٹھنے دیں اور عید کی مصروفیات میں ظہر' عصر وقت پر ادا نہ ہوں' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان سے آپ نے کوئی فیض نہیں اٹھایا۔

بے ہودہ فلموں' موسیقی' گانوں اور فضول خرچی سے بچئے۔ اللہ نہ کرے اگر آپ کا روز عید دین پر چلنے کے بجائے ٹی وی اور کیبل کی نشریات دیکھنے اور سننے کی نذر ہو گیا' تو پھر خواہ آپ نے کتنے ہی روزے رکھے ہوں' عید کے کتنے ہی شاندار کپڑے سلوائے ہوں اور گھر کو خوب سجایا ہو اور یہ روز خوشی کا نہیں' ماتم کا ہے۔

جب آپ عید منائیں تو یہ ہرگز نہ بھولیں کہ آج اسلام اور اسلام کے ماننے والے کس غربت و کسمپرسی کا شکار ہیں۔ بعضوں نے جہالت کی بنا پر اللہ کو چھوڑ کر اہل کتاب کی طرح بندوں میں سے کچھ کو مشکل کشا' داتا اور دستگیر بنا لیا ہے۔ وہ نیکی اور تقویٰ کی شاہراہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارتے ہیں اور ان کا دین جھوٹی خواہشات' اوہام اور فضول رسوم کا ملغوبہ بن گیا ہے۔ اُن کا دین غالب نہیں مغلوب ہے۔ "روشن خیالی" کی آندھیاں اُسے ملیا میٹ کرنے کے درپے ہیں۔

شرک اور اللہ سے بے وفائی و ناشکری کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں جہاں بھی یہ مسلمان آباد ہیں' ذلت اور رسوائی اور کسمپرسی کا شکار ہیں۔ آج عراق میں ان برادرانِ اسلام کی سر بریدہ لاشوں کو دیکھئے کہ انہیں کس جرم میں کس نے ذبح کیا ہے؟ کشمیر سے فلسطین تک اور عراق اور لیبیا تک اس زخم زخم اور زار زار حال سے بے حال قوم کو اپنی عید کی مسرتوں میں نہ بھول جایئے..... اے عید کی خوشیاں منانے والو! تمہیں کچھ تو دکھ کا احساس ہو' تمہارے وطن میں غربت وافلاس' بدامنی' ظلم و ناانصافی ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ کچھ تو حالات بدلنے کا عزم کرو۔

پتھر کے زمانے میں پہنچانے کی امریکی دھمکیاں (اور) اُن کا انجام

مرزا ندیم بیگ

بیسویں صدی کے وسط میں ہونے والی دوسری عالمگیر جنگ کے دوران اقوام عالم نے پہلی مرتبہ دنیا کے سب سے مہلک ہتھیار ایٹم بم کا تجربہ زندہ انسانوں کی ہنستی بستی بستیوں پر ہوتا دیکھا۔ یہ تجربہ فرعون وقت جارج بش کی سلطنت امریکہ نے جاپان کے دوشہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر کیا۔ جس کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکتوں نے تاتاریوں کی ہلاکتوں کو بھی شرما دیا۔ امریکہ کا یہ خیال تھا کہ اس بم کے نتیجے میں اب یہ قوم پتھر کے زمانے میں چلی جائے گی' مگر ساری دنیا کے سامنے ہے کہ جاپان پتھر کے زمانے میں جانے کی بجائے اس وقت سائنسی ایجادات اور تجربات میں دنیا کا امام ہے اور ترقی یافتہ اقوام میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

جاپان پر خوفناک ایٹمی تجربے کے بعد امریکہ نے ویتنام جیسے چھوٹے سے ملک کو پتھر کے زمانے میں دھکیلنے کی کوشش کی مگر ویتنامی عوام امریکہ کی ہر اعتبار سے مسلح فوج کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور ویتنام کی سرزمین کو امریکہ کا قبرستان بنادیا۔ آج بھی امریکہ کے باشعور عوام ویتنام کی جنگ کو یاد کر کے کانپ جاتے ہیں' حالانکہ مقابلہ ہاتھیوں اور بھیڑوں کے مترادف تھا۔

امریکہ نے اپنی طاقت اور قوت کے نشے میں بھوک اور افلاس کے مارے ہوئے ملک صومالیہ میں اپنی افواج کو اتارا' تاکہ اسلام کے جذبے سے سرشار لوگوں کے دلوں سے اس کا آفاقی پیغام کھرچا جائے' مگر جواب میں جب امریکی فوجیوں کی لاشوں کو سڑکوں پر گھسیٹا گیا اور فوجیوں کے تابوت ''تحفتاً'' امریکہ پہنچے تو امریکہ نے وہاں سے بھی بھاگنے میں ہی عافیت جانی اور اب ان کے ''پالتو'' بھی وہاں سے دم دبا کر بھاگ چکے ہیں۔ صومالی عوام کو پتھر کے زمانے میں بھیجنے کا امریکہ کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

9 ستمبر 2001ء کو امریکہ نے اپنے غرور اور تکبر کی علامت جڑواں بلڈنگوں کے سرنگوں ہونے کے بعد مسلمانوں کے اُس طبقے کو پتھر کے زمانے میں دھکیلنے کی کوشش کی جو دنیا میں اللہ کے عطا کردہ نظام خلافت کو اختیار کرنا چاہتا ہے اور امریکہ اور اس کے حلیفوں کی مسلمانوں اور اسلام سے دشمنی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کے اندر کچھ لوگ اسلام کے آفاقی نظام کو دنیا میں قائم اور نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نظام جو ظالمانہ طاغوتی نظام سے یکسر متصادم ہے۔ لہٰذا اب امریکہ نے افغانستان کا انتخاب کیا' کیونکہ وہاں پر امیر المومنین ملا عمر کی قیادت میں اسلام کی بنیاد پر خلافت کے نظام کی تشکیل کی کوشش ہو رہی تھیں۔

دنیا جانتی ہے کہ روس کے انخلا کے بعد اور روسی حملے سے قبل بھی افغانستان کے نااہل حکمرانوں کی وجہ سے یہ ملک کسی جنگل کا نقشہ پیش کرتا تھا اور قبائلی نظام کی وجہ سے لوگ یہاں پتھر کے زمانے میں رہنے پر مجبور تھے۔ پہلی مرتبہ طالبان حکومت نے اپنی عوام کو جاہلیت کے تصور سے نکالا اور ملک سے اسلحہ اور منشیات کا خاتمہ کیا۔ پوست کی کاشت پر پابندی لگائی' مگر یہ اقدامات فرعونیت کو نہ بھائے اور افغانستان پر امریکی جہازوں نے ڈیزی کٹر بموں سے ایسے ایسے حملے کئے کہ طالبان حکومت چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور اب ایک مرتبہ پھر امریکہ کے پروردہ صدر کی زیر حکومت ملک پتھر کے زمانے میں چلا گیا ہے۔ لاقانونیت بے چینی، بدامنی اور منشیات کا دھندہ عروج پر ہے جبکہ اس کے برعکس طالبان کے دور اقتدار میں اعلیٰ انسانی اقدار کا بول بالا تھا۔

> امریکہ کی روایتی دھمکی کے خوف کی وجہ سے کئی مرتبہ ہمارے حکمرانوں نے شمالی علاقوں میں امریکی افواج کو بے گناہوں کے شکار کی دعوت دی ہے۔ اِس سے یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ نائن الیون کے بعد ہمارا اصل نعرہ ''سب سے پہلے امریکہ'' تھا

افغانستان میں ابھی بربریت کا عمل جاری تھا کہ عراق کو پتھر کے زمانے میں بھیجنے کی دھمکی دے کر امریکہ نے اپنے حلیفوں کی مدد سے تاریخ اور تمدن کے ورثے سے مالا مال عراقی شہروں کو ملبوں کا ڈھیر بنا دیا۔ افغانستان میں انسانی مردوں کے جسموں میں پٹرول بھر کر آگ لگانے کے بعد رقص بسمل کا نظارہ کرنے والے امریکیوں نے عراق کے شہر فلوجہ میں بھی جیتے جاگتے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سب کے باوجود عراق میں فرعونِ وقت کی فرعونیت کو کھل کھیلنے کا موقع نہیں مل سکا اور بش کئی مرتبہ عراق پر حملے کے پچھتاوے کا تذکرہ اپنی زبان سے کر چکا ہے۔

مستقبل کی ایٹمی قوت ایران کو بھی اب پتھر کے زمانے کی دھمکیاں دے کر ڈرایا اور دھمکایا جا رہا ہے۔ مگر ایران کے مرد آہن صدر احمدی نژادی نے امریکی دھمکیوں کو جوتے کی نوک پر رکھا ہے اور اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ امریکہ کی غلامی سے بہتر ہے کہ ہم ایٹم بم کا دھماکہ کریں۔ احمدی نژاد کے اس بے باکانہ موقف پر پوری قوم اس کی پشت پر کھڑی ہے۔ امریکی حلقے بھی اب یہ بات کہہ رہے ہیں کہ اگر امریکہ نے ایران پر حملے کی غلطی کا ارتکاب کیا تو یہ ملک افغانستان اور عراق کے بعد اس کے لیے بدترین دلدل ثابت ہوگا۔

چند ماہ قبل امریکہ کے بغل بچہ ملک اسرائیل نے امریکہ کی شہ پر لبنان کو پتھر کے زمانے کا ملک بنانے کے عزم کا اظہار کیا اور امریکی اسلحے سے مالا مال اپنی افواج کو لبنان پر چڑھ دوڑایا۔ مگر اقوام عالم نے دیکھا کہ امریکی طیاروں، ٹینکوں، بندوقوں، راکٹوں، میزائلوں اور مہلک کلسٹر بموں سے حزب اللہ کے مجاہدین کے حوصلوں کو پست نہیں کیا جا سکا اور مجبوراً اسرائیلی افواج کو لبنان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ حزب اللہ کے مجاہدین نے ثابت کر دیا کہ اگر ایمانی جذبات سے سرشار ہو کر باطل کا مقابلہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی مدد ضرور دستگیری کرتی ہے۔ بقول اقبال۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

ایشیا کے ایک ملک شمالی کوریا کو بھی ایٹمی قوت بننے سے روکنے کے لیے امریکہ نے متعدد مرتبہ اپنی روایتی دھمکی دی' مگر شمالی کوریا کے عوام نے کسی قسم کی لچک نہیں دکھائی اور ایٹمی دھماکہ کر کے ثابت کر دیا کہ اگر کوئی قوم متحد ہو جائے تو بڑی سے بڑی قوت کی دھمکیاں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ مگر ایک ہم ہیں کہ امریکی دھمکی سے قبل ہی پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی جھولی میں گر چکے تھے۔ ہم نے اپنے ہمسایہ ملک کے صالح عنصر کو چن چن کر امریکہ کے وحشی فوجیوں کے حوالے کیا۔ ہمارے اس طرز عمل پر آج بھی افغانستان کے عوام حیران اور پریشان ہیں۔ امریکی ڈالروں کی ہوس میں مجاہدین کو ''القاعدہ کے دہشت گرد'' قرار دے کر کئی بے گناہوں کو گوانتا نامو بے پہنچایا اور عجیب صورت حال ہے کہ امریکہ کی اذیت ناک جیل کی صعوبتیں برداشت کر کے اور وہاں سے بے گناہی کا سرٹیفکیٹ لانے والے اب بھی ہمارے ملک کی جیلوں میں رہ رہے ہیں۔ امریکہ کی روایتی دھمکی کے خوف کی وجہ سے کئی مرتبہ ہمارے حکمرانوں نے شمالی علاقوں میں امریکی افواج کو بے گناہوں کے شکار کی دعوت دی ہے۔ اسی دھمکی کے بعد ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نعرے کی حقیقت بھی آشکارا ہوگئی کہ یہ نعرہ اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ تھا۔ بلکہ سچ تو یہ تھا کہ ہمارا نعرہ ''سب سے پہلے امریکہ'' تھا۔

امریکہ کی دھمکیاں ماضی میں بھی ہمارے حکمرانوں کو ملی ہیں مگر کسی حکمران نے وہ طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جو "جنرل مُش" نے اختیار کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے ایٹمی قوت بننے کے جنون کو دیکھ کر اُس کو عبرت کا نشان بنانے کی دھمکی دی گئی مگر وہ پھانسی چڑھ گئے اور ایٹمی قوت بننے کا نعرہ جاری رہا۔ ان کے بعد ضیاء الحق، بے نظیر بھٹو اور نواز شریف پر ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنے کا پریشر رہا مگر انھوں نے صورتِ حال کو احسن طریقے سے کنٹرول کیا اور کسی بھی دھمکی میں آ کر امریکہ کی جھولی میں گرنے کے لیے بے تاب نظر نہیں آئے۔ ایٹمی قوت کے اظہار کا موقع آیا تو وزیرِاعظم نواز شریف کو دھمکیوں اور ڈالروں کا لالچ دیا گیا مگر انھوں نے ایٹمی دھماکہ کیا حالانکہ اس کے نتیجہ میں ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ نہ جانے یہ دنیا کی کس "روشن خیالی" کا تقاضا ہے کہ اپنی دینی روایات اور قومی اصولوں کو قربان کرکے امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بنا جائے اور آنکھیں بند کر کے اس کے ایجنڈے کی تکمیل کی جائے۔ خدا کرے کہ پاکستان کو حسن نصراللہ اور احمدی نژاد جیسا قائد نصیب ہو جو امریکہ کے ایجنڈے کو ٹھوکر مارے اور خدائی ایجنڈے یعنی نظامِ خلافت کو اختیار کرے اور اس ملک کو اسلام کا گہوارہ بنا دے جو اس کے حصول کا مقصد تھا۔ اے کاش ایسا ہو جائے۔

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر 28 اور 27 سالہ دو بہنوں کے لیے دینی گھرانوں سے رشتے مطلوب ہیں۔ تعلیم بالترتیب ایف اے اور ایف اے ہے۔ دونوں بہنیں صوم و صلوۃ کی پابند ہیں، گھریلو ذمہ داریوں کی احسن طریق پر ادائیگی کے ساتھ ساتھ تدریس سے وابستہ ہیں۔
برائے رابطہ: احسان الحق
0334-3380785, 021-2239849

☆ لاہور میں مقیم کشمیری خاندان کی 25 سالہ ایم۔ اے اور 23 سالہ بی اے (مطلقہ) بیٹیوں کے لیے موزوں رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ 042-7845670

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے نگران طباعت جناب شیخ رحیم الدین کے بھائی وفات پا چکے ہیں۔

☆ حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق شمس الرحمٰن سلیم کے والد صاحب بقضائے الٰہی انتقال کر گئے ہیں۔

☆ حلقہ بہاولنگر کے رفیق تنظیم حافظ رضوان احمد یزدانی کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اللھم اغفرلھم و ارحمھم و حاسبھم حسابًا یسیرًا

نابینا خواتین کے لیے وظیفہ

قارئین!
اگر آپ کسی بے سہارا نابینا خاتون کو جانتے ہیں۔ جن کی عمر 18 سال سے زیادہ ہو، امداد کی مستحق ہوں اور کہیں سے بھی امداد نہیں ملتی ہو تو ان کا نام، پتہ، عمر، شناختی کارڈ مع ثبوت، افراد خانہ کے نام، عمر، تعلیم، پیشہ، ذریعہ آمدنی اور حالت بینائی ہمیں لکھ کر روانہ کریں۔ ہم ان کے لئے ماہانہ وظیفہ مقرر کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ خیر میں مدد کا اجر دے۔ آمین

امینہ خطیب فاؤنڈیشن
پوسٹ بکس نمبر 5619، کراچی 74000

بقیہ

اداریہ

اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں سے اسلام کو خارج کر دیں گے تو رنگ، نسل، زبان اور مٹی کی بنیاد پر علیحدگی کی خواہش فطری ہوگی۔ اگر جوڑنے والی شے یعنی اسلام کو فوقیت نہیں ہوگی تو قوم نہیں تو میتیں وجود میں آئیں گی۔

بہر حال امریکہ، بھارت اور اسرائیل کا اتحادِ ثلاثہ دہشت گردی، ایٹمی پھیلاؤ، عدم جمہوریت اور آئی ایس آئی پر تخریب کاری کے الزام کی آڑ میں ہم پر فیصلہ کن حملہ کی تیاری کر رہا ہے۔ ہم قوم کو عید سعید کے مبارک موقع پر یہ پیغام دیتے ہیں کہ ابھی وقت ہے، آیئے! قرآن کو اپنا امام بنا کر، اسلام کے جھنڈے کو تھام کر میدانِ عمل میں اتریں۔ اگر ہم اسلام کا عادلانہ نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس اتحادِ ثلاثہ کی کیا حیثیت ہے، تمام عالمِ کفر متحد ہو کر بھی ایک ایٹمی قوت کی حامل اسلامی ریاست کو آنکھیں دکھانے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ پاکستان کی انسٹھ سالہ تاریخ چیخ چیخ کر یہ بھی کہہ رہی ہے کہ یہاں اسلامی نظام کبھی انتخابات کے نتیجہ میں نافذ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے انقلابی جدوجہد درکار ہے۔ علاوہ ازیں جو لوگ اِس خوش فہمی کا شکار ہیں کہ حالات خود بخود درست ہو جائیں گے اُنھیں معلوم ہونا چاہیے کہ عید کبھی رمضان سے پہلے نہیں آتی۔ اسی طرح خلافت کا سنہرا دور واپس لانے کے لیے ہر پاکستانی مسلمان کو جان و مال کھپانا پڑے گا۔ کرنے کا اصل کام یہ ہے۔ اور یہی قوم کے نام ہمارا عید کا پیغام ہے۔

روزہ اور جدید سائنس

روزے کا مدعا تقویٰ کا حصول ہے۔ مگر اِس کے ساتھ ساتھ یہ اپنے اندر بے شمار دنیاوی فوائد بھی رکھتا ہے۔ جدید سائنس روزہ کو ایک انسانی ضرورت قرار دیتی ہے اور انسانی صحت کے لئے ایک معجزہ خیال کرتی ہے۔ ملائیشیا کی ہومیو پیتھک فیکلٹی نے اسلامی روزہ پر باقاعدہ تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ روزہ نہ صرف انسان کے نظامِ انہضام اور مرکزی نروس سسٹم کو آرام دیتا ہے بلکہ انسانی میٹابولزم کو بھی معمول پر لاتا ہے۔ روزہ وزن بڑھنے کے علاج کا فطری طریقہ ہے، جو خود انسان رضا کارانہ طور پر اضافی خوراک چھوڑ کر اختیار کرتا ہے۔ بلکہ جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ روزہ بہت سی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ تناؤ اور ذہنی دباؤ، بلڈ پریشر، مرگی، وزن بڑھنا اور انسومیئیا کی بیماریوں کے لئے روزہ ایک اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ دیگر کئی بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

روزے سے نہ صرف انسانی جسم کی تطہیر ہوتی ہے بلکہ روحانی تصورات بھی فروغ پاتے ہیں۔ جدید سائنسی نظریات کی رو سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ذہن انسانی تصورات کو کنٹرول کرتا ہے۔ جب روزہ کی وجہ سے دماغ کے خلیات فضول مادوں سے نجات پاتے ہیں تو انسان اپنے دکھ اور تکالیف کو فراموش کر کے روحانیت کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اِس سے نہ صرف دماغی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے بلکہ انسان کی صلاحیتیں بھی اجاگر ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے ڈاکٹر حضرات بھی اپنے مریضوں کو اسلامی روزہ کی تجویز دیتے ہیں۔

(سید منیر بخاری)

سلطان صلاح الدین ایوبی کی معرکۃ الآراء تقریر

سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کے عیسائیوں کو جو مہلت دی تھی' جب اُس کی مدت پوری ہوگئی تو سلطان نے اپنے لشکر کو بیت المقدس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ صرف ڈیڑھ ماہ کی قلیل مدت میں سلطان نے عیسائیوں سے فلسطین کے سارے بڑے بڑے شہر چھین لیے تھے (جن کی فہرست ندائے خلافت کے گزشتہ شمارے میں پیش کی جا چکی ہے) باقی صرف بیت المقدس رہتا تھا جو اُس وقت فلسطین کا دارالسلطنت تھا۔ اس لشکر میں تمام اطراف وجوانب کے مجاہد شامل ہوگئے تھے۔ علماء وفضلاء اور ہرفن کے ماہرین اور اہلِ کمال کو جو اس عرصے میں سلطان کی کامیابی کی خبریں سُن کر مختلف ممالک سے اُس کے پاس جمع ہوگئے تھے' ساتھ لیا اور اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگتے ہوئے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ بیت المقدس کے قریب پہنچ کر سلطان نے تمام ارکانِ دولت' اہلِ شجاعت' اہلِ علم' تمام برادرانِ عالی ہمت' تمام امراء اور مصاحبین اور اہلِ لشکر کا ایک اجتماع منعقد کیا اور ان سب سے صلاح ومشورہ لیا اور خاتمے پر ان سب کو خطاب کرکے ایک پُراثر تقریر کی اور فرمایا:۔

''اگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم نے دشمنوں کو بیت المقدس سے نکال دیا تو سوچئے' ہم کیسے سعادت مند اور سرخرو ہوں گے اور جب وہ ہمیں توفیق بخشے گا تو ہم کتنی بھاری اور بڑی نعمت کے مالک ہوں گے۔ بیت المقدس 91 برس سے کفار کے قبضے میں ہے اور اس تمام عرصے میں اس مقدس مقام پر کُفر اور شرک ہوتا رہا ہے اور ایک دن' بلکہ ایک لمحہ بھی خدائے واحد کی عبادت نہیں ہوئی۔ اتنی مدت تک مسلمان بادشاہوں کی ہمتیں اس کی فتح سے قاصر رہی ہیں' اور اتنا زمانہ اس پر عیسائیوں کے قبضے کا گزر گیا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے اس فتح کی فضیلت آلِ ایوب کے مقدر میں لکھی تھی کہ مسلمانوں کو اُن کے ساتھ جمع کرے اور اُن کے دلوں کو ہماری فتح سے رضامند کرے۔ بیت المقدس کی فتح کے لیے ہم سب کو دل وجان اور بہ نہایت خلوص سے کوشش کرنی چاہیے اور بے حد سعی اور سرگرمی دکھانی چاہیے۔ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ' جس کی بنا تقویٰ پر ہے' جو انبیاء اور اولیاء کا مقام اور متقیوں اور نیکوکاروں کا معبد اور زمین کے ابدال اور آسمان کے فرشتوں کی زیارت گاہ ہے' غضب کی بات ہے کہ اس پر کفار کا قبضہ ہے۔ کافروں نے اس کو اپنی زیارت گاہ بنا رکھا ہے۔ افسوس' صد افسوس۔ اسی مقام سے مخلوق کی حشر ونشر ہوگی۔ اللہ کے پیارے بندے جوق در جوق اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ اس میں وہ مقدس اور بزرگ پتھر موجود ہے جس میں رسولِ اکرم ﷺ کے معراج پر جانے کا منہاج بطور یادگار بنا ہوا ہے' جس پر ایک بلند قبہ تاج کی مانند تیار کیا ہوا ہے' جہاں سے بجلی کی سی تیزی سے بُراق برق رفتار پر حضرت سید المرسلین ﷺ سوار

> سلطان نے اپنی تقریر کا خاتمہ ان الفاظ کے ساتھ کیا: اللہ کی قسم! جب تک بیت المقدس پر اسلام کے جھنڈے نصب نہ کروں اور رسولِ مقبول ﷺ کے قدم کی پیروی نہ کروں' اور صخرہ مبارک پر قابض نہ ہو جاؤں' اپنی کوشش جاری رکھوں گا اور اس قسم کے پورا کرنے تک لڑوں گا

ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے اور اُس رات نے سراج الانبیاء سے وہ روشنی حاصل کی' جس سے تمام جہان منور ہو گیا۔ بیت المقدس کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام باب الرحمت ہے' جس میں داخل ہونے والا بہشت میں داخل ہوگا۔ اس شہر میں حضرت سلیمانؑ کا تخت اور حضرت داؤدؑ کی محراب ہے۔ اس میں چشمۂ سلواں ہے' جس کے دیکھنے والے کو حوضِ کوثر یاد آ جاتا ہے۔ یہ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے اور دو مبارک گھروں میں سے دوسرا' اور دو حرمین شریفین میں تیسرا ہے۔ وہ ان تین مسجدوں میں سے ایک مسجد ہے' جن کے بارے میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ان کی طرف سفر کیا جاوے اور لوگ ارادت مندی سے وہاں جائیں۔'' کچھ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ پاک مقام مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دے کہ اس کا ذکر اُس نے اپنے پاک کلام میں حضرت محمد ﷺ نبی کریم کے ساتھ مفصل بیان فرمایا:

''سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا.....'' (سورۃ بنی اسرائیل:1)۔

[وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گئی]۔ اس شہر کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ اسی شہر سے رسول خاتم الانبیاء کی معراج ہوئی۔ اس کی زمین پاک اور مقدس کہلائی۔ کتنے ہی پیغمبروں نے یہاں زندگیاں گزاریں۔ اولیاء اور شہداء' علماء اور فضلاء کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ یہ برکتوں کا سرچشمہ اور خوشیوں کی پرورش گاہ ہے۔ یہ وہ مبارک صخرہ شریفہ اور قدیم قبلہ ہے جس میں خاتم النبیین ﷺ تشریف لائے اور آسمانی برکتوں کا نزول متواتر اس مقام پر ہوا۔ اس کے پاس رسولِ پاک ﷺ نے تمام انبیاء کرام کی امامت کی۔ حضرت رُوح الامین ہمراہ تھے جب رسول کریم ﷺ نے یہیں سے اعلیٰ علیین کو صعود فرمایا۔ اسی میں حضرت مریمؑ کی وہ محراب ہے جس کے حق میں پروردگار عالم فرماتا ہے: ''کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا'' (سورۃ آل عمران:37)۔ [ذکریا جب بھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے]۔ خدا کے نیک بندے رات دن یہاں عبادت کرتے اور راتوں بیدار رہتے ہیں۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی بنیاد حضرت داؤدؑ نے ڈالی اور حضرت سلیمانؑ اس کی حفاظت کی وصیت کر گئے۔ اس سے بڑھ کر اس کی بزرگی اور فضیلت کی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ پروردگار نے اس کی تعریف کو ''سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ'' سے شروع کیا' اور قرآن کا نصف بھی وہیں سے شروع ہوتا ہے۔ پس یہ مقام بڑا ہی بزرگ اور عالی شان ہے' اور یہ مسجد کیسی عالی قدر ومحترم واکرم ہے' جس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا۔ باری تعالیٰ اس کے علو شان کو اس طرح بیان فرماتا ہے: اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ یعنی یہ وہ مقام ہے' جس کے اردگرد کو ہم نے برکت بخشی اور اپنی قدرت کی آیات اپنے محبوب رسول پاک ﷺ کو اس مقام پر دکھائیں۔ اسی مقام کے فضائل ہم نے آنحضرت ﷺ سے سُنے ہیں' جو سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچے ہیں۔''

غرضیکہ سلطان ایوبی نے ایسی پُراثر' پُرسوز اور دلکش تقریر کی کہ سامعین وجد میں آ گئے' اور نعرہ ہائے تکبیر سے اس کا خیرمقدم کیا۔ سلطان نے اپنی تقریر کا خاتمہ ان الفاظ کے ساتھ کیا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم جب تک بیت المقدس پر اسلام کے جھنڈے نصب نہ کروں اور رسول مقبول ﷺ کے قدم

کی پیروی نہ کروں اور صخرہ مبارک پر قابض نہ ہو جاؤں' اپنی کوشش کے پاؤں کو نہ ہٹاؤں گا اور اس قسم کے پورا کرنے تک لڑوں گا۔"

یہ شہر ابتدا ہی سے عیسائیوں اور مسلمانوں کا مشترکہ مقدس و متبرک مقام تھا' اور عیسائیوں کے نقطۂ نظر سے صلیبی جنگوں کا مرکز و محور رہا تھا۔ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بیت المقدس پہنچا۔ پہلے اُس نے بیت المقدس کے باب داؤد اور باب اسٹیفن کے درمیان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ شہر کے اندر عیسائی اور بیرونی صلیبی رضا کار اتنی زیادہ تعداد میں دفاع وحفاظت کے لیے جمع ہو گئے تھے کہ مکانوں اور گرجوں کی چھتوں تک پر تل دھرنے کی بھی جگہ باقی نہ رہی۔

پڑاؤ کرنے کے بعد جب سلطان نے فصیل کا جائزہ لیا تو اُس نے اندازہ لگایا کہ اُس نے پڑاؤ کے لیے غلط جگہ کا انتخاب کیا ہے' اس لیے کہ اس مقام پر فصیل کے اوپر سے چلائے جانے والے تیر آسانی سے پہنچ سکتے تھے' جس سے لشکریوں کو نقصان پہنچتا۔ اس کے علاوہ اگر سلطان دن کے وقت شہر پر حملہ آور ہو تو سورج عین سامنے پڑتا تھا' جس سے لشکریوں کے لیے دقت پیدا ہو سکتی تھی۔ لہٰذا سلطان نے وہاں سے جلد از جلد پڑاؤ اٹھانے کے لیے دوسرے حصوں کا جائزہ لینا شروع کیا۔

مسلسل پانچ دن کے جائزے کے بعد سلطان نے وہاں سے پڑاؤ اٹھا لیا اور مشرق کی طرف بڑھا۔ جب شہریوں نے دیکھا کہ سلطان نے پڑاؤ اٹھا لیا ہے اور وہ مشرق کی طرف ہٹ گیا ہے تو وہ یہ سمجھے کہ سلطان بیت المقدس پر حملہ آور نہیں ہونا چاہتا اور اُس نے محاصرہ اٹھا لیا ہے۔ یہ خیال کر کے وہ گرجوں کی طرف دوڑے اور خوشیاں منانے لگے۔ لیکن جب اگلے روز کا سورج طلوع ہوا اور انہوں نے دیکھا کہ بیت المقدس کے سامنے جو جبلِ زیتون ہے' اُس کے اوپر سلطان نے پڑاؤ کر لیا ہے اور پہاڑ کی چوٹی پر سلطان کا اسلامی پرچم لہرا رہا ہے۔

شہر کے عیسائی باشندے' غیر ملکی صلیبی رضا کار اور لشکر کے سپاہی یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ سلطان نے شہر پر حملہ کرنے کے لیے چالیس منجنیقیں شہر کے چاروں اطراف سنگ باری کے لیے نصب کرا دی تھیں۔ سلطان نے جنگ کا آغاز کیا۔ سلطان کے لشکر کا ایک حصہ' جس میں لگ بھگ دس ہزار سوار شامل تھے' انہوں نے باب اسٹیفن کی طرف سے شہر پر پیش قدمی شروع کی۔ اس کے بعد سلطان کا مقدمۃ الجیش بھی آگے بڑھا۔ ساتھ ہی منجنیقوں سے شہر پر سنگ باری اور آتش بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مسلمان لشکر برابر آگے بڑھتا گیا۔ انہوں نے فصیل کے ایک حصے کو گرانے کی کوشش کی۔ دفاعی لائن پر جو عیسائی لشکر مامور تھا' انہوں نے مسلمانوں کے حملوں کو روکنے کی بہت کوشش کی' لیکن اُن کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر سلطان کا لشکر فصیل کا ایک حصہ گرانے میں کامیاب ہو گیا۔

اب بیت المقدس کے اندر' ہر طرف سے' ہر گلی کوچے میں لوگوں کا شور بلند ہونا شروع ہوا۔ شہر میں آناً فاناً یہ خبر پھیل گئی کہ مسلمان لشکر نے فصیل گرا دی ہے اور اب شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس پر لوگ دعائیں مانگنے لگے۔ گناہوں سے توبہ و استغفار کرنے لگے۔ جوق در جوق گرجوں میں گئے۔ اپنے آپ کو پتھروں اور تازیانوں سے اذیت پہنچا کر خدا سے رحم کی التجا کرنے لگے۔ ماؤں نے اپنی بیٹیوں کے سر کے بال کاٹ دیئے اور انہیں برہنہ کر کے ٹھنڈے یخ پانی میں ڈال دیا۔ پادری' راہب اور دوسرے مذہبی پیشوا بڑی بڑی صلیبیں اٹھائے' توبہ واستغفار کرتے ہوئے' جلوس کی شکل میں گلیوں اور محلوں میں گھومنے لگے۔

سلطان ایوبی بیت المقدس کے احترام کی خاطر فصیل کے گرتے ہوئے حصے سے داخل ہو کر شہر پر حملہ آور نہیں ہونا چاہتا تھا۔ دوسری جانب شہر کا عیسائی حکمران بالیان' جن سپاہیوں کو فصیل کے اِس حصے پر مقرر کرتا' وہ بھاگ جاتے۔ آخر وہ اس حصے کی حفاظت کے لیے پہرہ دینے والوں کو سو سو اشرفیاں روزانہ دینے کا اعلان کرتا' لیکن اس کے باوجود وہاں کوئی ایک رات کے لیے بھی نہ ٹھہرتا۔ ایک اور آفت بالیان پر یہ ٹوٹی کہ عیسائی شہری بالیان پر زور ڈالنے لگے کہ مسلمانوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے جائیں' ورنہ اگر مسلمان شہر کے اندر داخل ہو گئے تو وہ انتقام پر اُتر آئیں گے اور بے شمار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

اس نئی صورت حال کو دیکھتے ہوئے بادشاہ بالیان اور بڑے پادری نے آپس میں مشورہ کیا۔ طے پایا کہ فصیل کا ایک حصہ تو گر ہی چکا ہے۔ اب مسلمانوں کا شہر میں داخل ہونا ایک دو دن کی بات ہے۔ یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ کیوں نہ سلطان ایوبی کی خدمت میں حاضر ہو کر صُلح کر لی جائے۔

چنانچہ صُلح کی تجویز کو عام طور پر پسند کیا گیا۔ بالیان معززین شہر کا ایک وفد لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان ایوبی اُس وقت جبل زیتون کی چوٹی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان سے عیسائی ارکان وفد کی ملاقات ہوئی۔ بالیان نے سلطان سے مخاطب ہو کر کہا:

"مسلمانوں کے عظیم سلطان! بیت المقدس میں جتنے بھی عیسائی ہیں' انہیں موت سے نفرت اور زندگی سے پیار ہے۔ وہ جینا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں معاف کر دیں۔ شہر آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے اور ہمیں اپنی موت کا یقین ہو جائے گا تو خدا کی قسم' ہم اپنی بیٹیوں اور عورتوں کو قتل کر دیں گے۔ دولت اور ساز و سامان کو آگ لگا دیں گے اور آپ کے لیے شہر میں ایک اشرفی تک نہ چھوڑیں گے۔ شہر کے اندر مسلمانوں کی جو مقدس یادگاریں اور زیارتیں ہیں' انہیں منہدم یا نذرِ آتش کر دیں گے۔ شہر کے اندر جتنے بھی مسلمان جنگی قیدی ہیں' ہم اُن سب کو ہلاک کر دیں گے۔ شہر میں جس قدر مویشی ہیں' انہیں پکڑ کر اُن کے گلے پر چھری پھیر دیں گے' تاکہ آپ کو شہر میں کھانے کے لیے کچھ نہ ملے۔"

جب تک بالیان بولتا رہا' سلطان خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب بالیان خاموش ہوا تو سلطان نے اُسے مخاطب کر کے کہا: "تم کس قدر احمق ہو۔ کیا کسی مفتوحہ شہر کے لیے بھی صُلح کی شرائط طے کی جاتی ہیں۔"

آخر کار سلطان نے اس شرط پر امان دے دی کہ عیسائی باشندوں میں سے مرد فی کس دس دینار' عورتیں فی کس پانچ دینار اور بچے فی کس دو دینار فدیہ دیں۔ اپنا ضروری اسباب لے کر شہر سے چلے جائیں اور جو لوگ یہ فدیہ یعنی زرِ معافی ادا نہ کر سکیں' وہ غلاموں کے طور پر مسلمانوں کے قبضے میں رہیں گے۔ عیسائی اس شرط پر رضا مند ہو گئے۔ اور بالیان' بطریق اعظم اور ٹمپلرس اور ہاسپٹلرس کے رئیس اس رقم کے ادا کرنے کے ضامن ہوئے۔ بالیان نے تیس ہزار دینار مفلس لوگوں کے لیے ادا کیے' اور فدیہ ادا کرنے والے تمام لوگ امن کے ساتھ شہر سے نکل گئے۔ جو لوگ فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے' سلطان نے اُن کے ساتھ بھی ایسی فیاضی کا سلوک کیا' جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

اِس موقع پر بیت المقدس میں عجیب وغریب مناظر دیکھنے میں آئے۔ بے شمار عورتیں روتی ہوئی آئیں۔ سلطان کو بتایا گیا کہ وہ اُن عیسائیوں کی بیویاں اور بیٹیاں ہیں جن کو سلطان نے قیدی بنا لیا ہے۔ اُن عورتوں نے کہا کہ ہم خدا کا واسطہ دے کر رحم کی درخواست کرتی ہیں۔ جب وہ عورتیں رو رہی تھیں تو سلطان ایوب بھی اُن کے روبرو کھڑا رو رہا تھا اور اس کی داڑھی بھیگ گئی تھی' اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اس طرح سلطان صلاح الدین ایوبی نے 21 رجب 583ھ/4 اکتوبر 1187ء کو نوے برس کے بعد مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔ (جاری ہے)

تنظیمی اطلاع

حلقہ سرحد جنوبی سے مرکزی مجلس مشاورت کے رکن جناب ڈاکٹر محمد مقصود صاحب نے ذاتی وجوہات کی بناء پر اجلاس ہائے مرکزی مجلس مشاورت میں شرکت سے معذوری کا اظہار کیا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 5/اکتوبر 2006ء میں مشورہ کے بعد اُن کی معذرت کو قبول اور جناب خورشید انجم صاحب کو اُن کی جگہ مرکزی مجلس مشاورت کا رکن منتخب فرما دیا۔

سالگرہ یا برسی؟

صدر پرویز مشرف کی سات سالہ کارکردگی کا بے لاگ تجزیہ

عرفان صدیقی

12 اکتوبر کے سورج کی کرنیں میرے گھر کی چاردیواری سے لپٹی بوگن ویلیا کے سفید پھولوں کو چوم رہی ہیں اور اُن کے ہولے ہولے جھولتی کلیوں پہ نظریں جمائے میں سوچ رہا ہوں کہ اکتوبر کی آسودگی بخش خنکی سے گلے ملتی پہلے پہر کی دھوپ ''ٹھیک سات برس قبل'' آج ہی کے دن رونما ہونے والے ''انقلابِ عظیم'' کی ساتویں سالگرہ منا رہی ہے یا اس کی ''پیلاہٹ'' برسی کے سوگوار احساس سے بھر گئی ہے۔

سات سال کوئی کم عرصہ نہیں ہوتا۔ جبر اور سینہ زوری کی بات اور ہے لیکن مہذب دنیا میں رائج کسی بھی سیاسی نظام کا حامل کوئی بھی آئین' منتخب حکمران کو پانچ سال سے زائد کا وقت نہیں دیتا۔ ہمارے ہاں بھی کاغذوں میں یہی دستور رقم ہے لیکن چار گورنر جنرلز' بارہ صدور اور بیس وزرائے اعظم میں سے صرف تین بخت آوروں کو پانچ سال سے زائد عرصہ حکمرانی پانے کا اعزاز حاصل ہوا' تینوں کا تعلق پاک فوج سے تھا۔ تینوں نے فوج کا سربراہ ہونے کے ناتے اپنے زور بازو پر قلعۂ اقتدار سر کیا' تینوں وردی میں تھے اور تینوں کی ''فتوحات'' کو ملک کی اعلیٰ ترین عدلیہ نے سندِ جواز عطا کی۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان 27 اکتوبر 1958ء سے 25 مارچ 1969ء تک ناقوسِ حکمرانی بجاتے رہے۔ ان کا اقتدار 10 برس 4 ماہ 28 دن پر محیط تھا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے 5 جولائی 1977ء کو ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور 17 اگست 1988ء تک مردانہ وار راہوارِ اقتدار پہ سوار رہے۔ ان کا عرصۂ حکمرانی 11 سال ایک ماہ اور 12 دن پر پھیلا ہوا ہے۔ 5 سال کی میعاد کو گردِ پا بنا کر کہیں آگے نکل جانے والے تیسرے خوش نصیب حکمران جنرل پرویز مشرف ہیں' جو 12 اکتوبر 1999ء کو تختِ حکمرانی پر قابض ہوئے اور آج اقتدارِ کلی کی ساتویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ ان کے اختیار و اقتدار کا آفتاب ابھی نصف النہار پر ہے اور ہمیشہ ان کے سر پہ سایہ فگن رہنے والی خوش بختی اگر آئندہ بھی ان کے ساتھ رہی تو اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ پاکستان پر طویل ترین حکمرانی کا ناقابلِ شکست ریکارڈ قائم کر جائیں۔ ان تینوں وردی پوش حکمرانوں کا مجموعی عرصۂ اقتدار 28 سال 6 ماہ 10 دن بنتا ہے اور اگر اس میں ایک کم نصیب باوردی جرنیل' محمد یحییٰ خان کے دو سال آٹھ ماہ پچیس دن بھی شامل کر لئے جائیں تو پاکستان کی 59 سال 2 ماہ پر محیط تاریخ میں سے 31 سال 3 ماہ 5 دن چار سپہ سالاروں کے حصے میں آتے ہیں۔

نوابزادہ لیاقت علی خان' خواجہ ناظم الدین' محمد علی بوگرہ' چودھری محمد علی' حسین شہید سہروردی' آئی آئی چندریگر' فیروز خان نون' نورالامین' ذوالفقار علی بھٹو' محمد خان جونیجو' محترمہ بینظیر بھٹو' محمد نواز شریف' غلام مصطفیٰ جتوئی' بلخ شیر مزاری' معین قریشی' معراج خالد' میر ظفر اللہ جمالی' چودھری شجاعت حسین' شوکت عزیز' وزرائے اعظم کہلائے لیکن پانچ سال کی منزل مراد کوئی نہ پا سکا۔ محمد خان جونیجو' ظفر اللہ خان جمالی' چودھری شجاعت حسین اور شوکت عزیز کا شمار تو ''مختاری کی تہمت ناحق رکھنے والے مجبوروں'' میں ہوتا ہے کہ وہ فوجی قصرِ صدارت کی کارنس پہ سجی مورتیوں کے سوا کچھ نہیں۔ سوان

> اے اہلِ وطن! ذرا سوچئے کہوٹہ کی تجربہ گاہوں سے چاغی کے پہاڑوں تک کن کا عزم راسخ گواہی دے رہا ہے اور پلٹن میدان سے سیاچین کے برف زاروں تک کن کے دستِ بے ہنر کی کہانی نوحہ کناں ہے

کے عرصۂ حکمرانی کو خارج کر دیا جائے تو 16 وزرائے اعظم کو مجموعی طور پر 26 سال 18 دن کی ''حکومت'' ملی۔ 16 وزرائے اعظم کا یہ عہدِ حکمرانی' چار باوردی حکمرانوں سے 5 سال 2 ماہ 17 دن کم ہے۔ اگر اس تقابل کو نظر انداز کر دیا جائے تو بھی اس سوال کا بے لاگ جائزہ تو تاریخ پر قرض ہے کہ سول حکمرانی کے 26 سالوں نے پاکستان کو کیا دیا اور فوجی اقتدار کے 31 سال سے زائد عرصے نے قوم کی کشتِ ویراں کو کتنی شادابی بخشی۔ کہوٹہ کی تجربہ گاہوں سے چاغی کے پہاڑوں تک کن کا عزم راسخ گواہی دے رہا ہے اور پلٹن میدان سے سیاچین کے برف زاروں تک کن کے دستِ بے ہنر کی کہانی نوحہ کناں ہے؟

ایوب خان' یحییٰ خان اور ضیاء الحق کے اقتدار سنبھالنے سے پہلے حالات کا ہیجان کسی طوفان کی گواہی دے رہا تھا۔ 12 اکتوبر 1999ء کو ایسی کوئی بات نہ تھی شرق و غرب' شمال و جنوب کے کسی گوشے میں کوئی بے کلی نہ تھی۔ تمام ریاستی و حکومتی ادارے معمول کے مطابق کام کر رہے تھے۔ وزیراعظم کو قومی اسمبلی کے دوتہائی ارکان کی حمایت حاصل تھی۔ فوجی انقلاب کی وجہ صرف یہ بنی کہ وزیراعظم نے اپنا آئینی اختیار استعمال کرتے ہوئے چیف آف آرمی سٹاف کو برطرف کر دیا۔ صدر مشرف کا یہ جملہ اُن کی کتاب کا حصہ نہ ہونے کے باوجود سو کتابوں پر بھاری ہے کہ ''نواز شریف مجھے برطرف نہ کرتا تو اب بھی وزیراعظم ہوتا'' یہ دلیلیں تو بعد کی پیوندکاری ہیں کہ ملک دیوالیہ ہو رہا تھا' کرپشن عروج پہ تھی' یا حکومت ناکام ہو گئی تھی۔ اگر یہ سب کچھ تھا تو بھی فوج کو ایک آئینی حکومت کا تختہ الٹنے کا حق بہرحال نہ تھا۔

صدر کی پہلی تقریر کسی متعین ہدف سے عاری تھی۔ چار دن کی ریاضت کے بعد' صدر نے 16 اکتوبر کو قوم سے خطاب کیا اور ایک سات نکاتی ایجنڈے کا اعلان کیا۔

1۔ قوم کے عزم و اعتماد کی تعمیرِ نو
2۔ صوبوں کے درمیان اختلافات ختم کر کے قومی یکجہتی کو فروغ دینا اور وفاق کو مضبوط بنانا
3۔ معیشت کی بحالی اور سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال کرنا
4۔ امن و امان کو یقینی بنانا اور فوری انصاف کی فراہمی
5۔ ریاستی اداروں کو سیاست سے پاک کرنا
6۔ اقتدار و اختیار گراس روٹ لیول تک منتقل کرنا۔ اور
7۔ فوری اور بے لاگ احتساب کو یقینی بنانا۔

عدالتِ عظمیٰ نے اسی ایجنڈے کی بنا پر فوجی اقدام کی توثیق کی۔ اسی ایجنڈے کے لئے صدر کو بن مانگے یہ اختیار بھی دے دیا کہ وہ چاہیں تو آئین میں ترامیم کر لیں۔ مطلق العنانیت کی حدوں سے نکلتے اس اختیارِ کلی کے باوجود سات نکاتی ایجنڈا خوابِ پریشاں بن کے رہ گیا۔ صاحبانِ دسترخوان کی رائے اور تجزیوں کی اُڑان' روٹیوں اور بوٹیوں کے افق سے آگے نہیں جاتی' لیکن چشمِ بینا رکھنے والے کسی پاکستانی سے پوچھیے تو وہ کھڑے کھڑے بتا دے گا کہ سات برس کے دوران ان سات نکات پر کیا گزری؟ قوم سات سال پہلے کی نسبت کتنی پُرعزم اور پُراعتماد ہے؟ صوبوں کے مابین ہم آہنگی کس معراجِ کمال کو پہنچ چکی ہے؟ وفاق کی مضبوطی کا عالم کیا ہے؟ معیشت کی بحالی اور سرمایہ کاری کے باعث مہنگائی اور بے روزگاری پر کس قدر قابو پایا گیا ہے؟ خودکشیوں میں کتنی کمی آئی ہے؟ غربت کتنی کم ہوئی ہے؟ امن و امان کی کیا کیفیت ہے؟ اکتوبر 1999ء کی نسبت ڈاکوں' قتل و غارتگری اور سٹریٹ کرائم کا گراف کتنا نیچے آیا ہے؟ فوری انصاف کی فراہمی نے تھانوں' کچہریوں اور عدالتوں کو کس انقلاب سے ہمکنار کر دیا ہے؟ سکولوں اور دفتروں کی مانیٹرنگ سے لے کر کارپوریشنوں' خودمختار اداروں' یونیورسٹیوں' سفارتخانوں اور مختلف حکومتی و ریاستی شعبوں میں فوجی افسران کی تعیناتی اور باوردی صدارت نے ریاستی اداروں کو سیاست سے پاک کیا ہے یا لت پت؟ کیا اختیار و اقتدار (باقی صفحہ 19 پر)

عید الفطر

فرزندانِ توحید کا عظیم الشان تہوار

تسنیم احمد

دنیا کے تمام مذاہب سال کے ایک دو ایام کو اپنے ماننے والوں کے لئے خوشی کے تہوار قرار دیتے ہیں۔ اسلام سے قبل اہل مکہ بھی حج سے فارغ ہو کر تہوار مناتے تھے۔ عکاظ کا بازار پورے عرب کا ایک عظیم الشان ثقافتی و معاشی میلہ ہوتا' جس میں خرید و فروخت کے علاوہ کھیلوں کے مقابلے' مشاعرے' جنگی فنون کی نمائش' جوئے اور شراب کی محفلیں اور خوشی کے اظہار کے دیگر دسیوں قومی طریقے رائج تھے۔ ان تقریبات کی ایک خصوصیت یہ ہوتی کہ لوگ ان میں اپنی اور اپنے قبیلے کی بڑائی اور بزرگی پر مشتمل بڑھ چڑھ کر اشعار پڑھتے اور یہی فخر ومباہات ان کے تہوار کی اصل روح ہوتی جس سے وہ حظ اٹھاتے تھے۔

یثرب (مدینہ) کے لوگ بھی ہر سال دو تہوار مناتے تھے۔ سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں: ''ہم اہل مدینہ اسلام سے قبل دو دن قومی تہوار کے طور پر مناتے تھے' جن میں خوشی کا اظہار کرتے اور کھیل تماشوں میں حصہ لیتے۔'' اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو روز (قومی و مذہبی تہواروں کے لئے) مقرر فرما دیئے ہیں یعنی یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر۔ اسی طرح اختتام رمضان کے بعد شوال کی پہلی تاریخ کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ''ہر قوم کے لئے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتاب' قرآن مجید میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اصل مقصد اہل ایمان میں اللہ کا خوف اور پرہیزگاری بتایا ہے اور یہ ارشاد فرمایا: ''روزوں کی گنتی پوری کرو' اس کی بڑائی کا اعلان کرو اور اس کا شکر ادا کرو' شاید تم اس طرح ہدایت پا سکو۔'' یوں اختتام رمضان اہل ایمان کے لئے مالک کی بندگی وعبادت میں انتہائی سرگرمی سے مصروف رہنے پر مالک کی کبریائی اور حمد کے نغمے الاپنے کا دن ہے۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ (اللہ بڑا ہے' اللہ بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کی بڑائی تسلیم کی جائے' حکم مانا جائے) اللہ بزرگ و برتر ہے۔ اس کے لیے تعریفیں ہیں اور اسی کے لئے سارے شکر روا ہیں۔''

اہل ایمان کی زندگیوں کا مقصد ہی اللہ کی بندگی کرنا ہے اور اس کی بڑائی بیان کرنے' شکر بجالانے اور اس کی تعریف کرنے کا عظیم دن ان کا ''قومی تہوار'' ہے۔ یہ مالک کے ساتھ تجدید عہد وفا کا دن ہے۔ یہ رمضان کی مبارک ساعتوں میں عبادت وریاضت کی عادت کو سارا سال برقرار رکھنے کے عہد کا دن ہے۔ یہ اللہ کے فرمانبردار بندوں کی طرح خوش ہونے' دوسروں کو خوشیوں میں شریک کرنے اور ہر جائز انداز سے خوشیاں منانے کا دن ہے!!

تقریبات عید کا آغاز چاند دیکھ کر کیجئے' بالکل اسی طرح جیسے ماہ گزشتہ آپ نے استقبال رمضان کیا تھا۔ چاند دیکھنے کا خصوصی اہتمام کریں' یہ اپنے رب پر اعتماد و بھروسہ کا عظیم مظہر ہے۔ وہ چاہے گا تو کل عید ہوگی وہ نہ چاہے گا تو نہ ہوگی۔ ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ چاند دیکھ کر بے اختیار یہ دعا پڑھیں ''اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَ السَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہ'' ''یا اللہ! ہم پر اس چاند کو امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ

> عیدالفطر مالک کے ساتھ تجدید عہد وفا کا دن ہے۔ یہ اللہ کے فرمانبردار بندوں کی طرح خوش ہونے' دوسروں کو خوشیوں میں شریک کرنے اور ہر جائز انداز سے خوشیاں منانے کا دن ہے

نکال' اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔'' سورج ہو یا چاند سب ہی اللہ کے مطیع وفرمانبردار ہیں' اسی کے حکم سے طلوع ہوتے ہیں اور اسی کے حکم سے چھپتے ہیں۔ عقل والوں کے لئے ان میں اپنے خالق اور مالک کو پہچاننے کے سلسلے میں بڑی نشانیاں ہیں۔

شوال کا چاند ہو جانے پر رمضان کی مبارک ساعتیں تمام ہوئیں' اگلا دن رب کے حضور شکر بجالانے اور خوشی کا دن ہے۔ یقین فرما لیجئے کہ آپ نے صدقہ فطر ادا کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان میں سے ہر آزاد اور غلام چھوٹے اور بڑے' عورت اور مرد کو صلوٰۃ العید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپؐ کے فرمان کے مطابق صدقہ فطر روزے کی حالت میں ہونے والی کوتاہیوں کی معافی اور مساکین کی اعانت کا ذریعہ ہے۔ رضائے الٰہی کے لئے آپ کا یہ تحفہ ناداروں کو آپ کی طرح عید کی خوشیوں میں شریک ہونے کا موقع عطا کرے گا۔

معاشرے میں جب سب خوش ہوں گے' تب ہی خوشیوں کا لطف آئے گا۔ جو شخص جس معیار کا آٹا اپنے گھر میں استعمال کرتا ہے' ویسے ہی آٹے کی ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) کی قیمت ایک فرد کی جانب سے فطرانے کی مقدار ہے۔ گھر کے تمام مومن افراد کی جانب سے یہ نماز عید سے قبل ادا ہو جانا چاہئے۔ یہ ضرورت مندوں کو اجناس کی شکل میں بھی دیا جا سکتا ہے۔

عید کی تیاریوں میں صبح اچھی طرح غسل کرنا' دانتوں کی صفائی' عیدگاہ جانے سے قبل کچھ کھانا' پاک وصاف لباس پہننا' مسنون امور ہیں۔

گھر میں جو بھی میسر ہو' کھا کر جائیں۔ رسول اللہ ﷺ طاق تعداد بھی کھجوریں تناول فرماتے تھے۔ حسب استطاعت اچھا لباس پہنیں' میانہ روی بہر حال اچھی چیز ہے۔ یہ لباس تفاخر اور تکبر کا اظہار نہ ہوں۔ آپ کے اور آپ کے بچوں کے بہت عمدہ اور قیمتی لباس آپ کے قریبی اعزہ واقارب اور پڑوسیوں میں اگر احساس محرومی پیدا کرتے ہیں تو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

عیدالفطر کی نماز نبی اکرم ﷺ اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج بقدر دو نیزے بلند ہو جاتا تھا۔ چنانچہ کوشش کرنی چاہئے کہ اول وقت میں صلوٰۃ ادا کی جائے' تاہم بہت دور سے آنے والے کی آسانی کے لئے کچھ تاخیر کی جا سکتی ہے۔ نماز عید کی ادائی کھلے میدان میں بہتر ہے' تاہم کسی عذر کے باعث مسجد میں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ خواتین بھی صلوٰۃ العید میں شریک ہوں۔ نبی اکرم ﷺ خواتین سے عید کے روز خصوصی خطاب فرماتے تھے۔

عیدگاہ جاتے ہوئے وقار کے ساتھ بآواز بلند تکبیر کہتے جایئے' اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد''...... عیدگاہ جانے کے لئے جو راستہ اختیار کریں واپس دوسرے راستے سے آیئے' یہی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اس طرح اسلام کی اجتماعیت اور شوکت کا زیادہ پُرشکوہ اظہار ہوتا ہے اور بستی کے تمام گلی کوچے مومن بندوں کی تکبیر اور تحمید سے گونج اٹھتے ہیں۔ صلوٰۃ العید بہت ہی اہمیت کی حامل ہے' اس کا علم ہر مومن کو ہونا چاہیے اور سبقت کر کے وقت پر عیدگاہ پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسلام کے اجتماعی نظام میں اس کی بے حد اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس کے لئے اذان پکارے بغیر ہی تمام آبادی کا جمع ہو جانا اس امت میں سنت متواتر ہے۔ کسی کی صلوٰۃ العید کا فوت ہونا اس کے لئے بہت ہی نقصان بلکہ کم نصیبی کی بات ہے۔

صحیح اور مسنون طریقے کے مطابق دوگانہ صلوٰۃ الفطر میں بارہ تکبیریں زائد ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عیدالفطر کی پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں اور ان کے بعد دو رکعتوں میں (سورۃ الفاتحہ کی) قراءت ہے۔'' عیدین اور جمعہ کی صلوٰۃ میں ''سبح اسم ربك''۔ ''اقتربت الساعة'' اور ''سورۃ القمر'' کی تلاوت بھی مسنون ہے۔ (باقی صفحہ 10 پر)

☆ اعتکاف کی کتنی قسمیں ہیں؟ ☆ صدقۂ فطر کب واجب ہوتا ہے؟

☆ تعویذ کی شرعی حیثیت کی وضاحت کیجئے؟

☆ کیا یہ درست ہے کہ کوئی بھی مذہب اختیار کر کے اُخروی نجات حاصل کی جاسکتی ہے‘ صرف اللہ کی پہچان ضروری ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: روزہ کی نیت کا وقت کب تک ہوتا ہے؟ وضاحت کیجئے (عبدالکریم)

ج: روزہ کی نیت کا وقت غروب آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور طلوع فجر تک رہتا ہے۔ نیت بس اس حد تک کافی ہے کہ دل میں معلوم ہو کہ فلاں روزہ مثلاً رمضان کا یا نذر کا روزہ رکھ رہا ہوں۔ روزہ رکھنے کی نیت کے بارے میں عموماً جو دعا معروف ہے " وَبِصَوْمِ غَدٍنَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ" وہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اگر کوئی رات کو روزہ کی نیت کر کے سوگیا‘ پھر سحری میں کچھ کھائے پیے تو روزہ کی نیت میں خلل نہ آئے گا اور روزہ صحیح ہوگا۔ اسی طرح اگر صبح سحری کے وقت آنکھ نہ کھل سکی تو بغیر کھائے پیے روزہ رکھ لے روزہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" (البقرہ)

س: صدقۂ فطر کب واجب ہوتا ہے؟ (اللہ دتہ)

ج: صدقۂ فطر عید الفطر کی صبح صادق کے وقت واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا والدین صدقہ فطر ادا کریں گے۔ بہتر ہے کہ صدقۂ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کر دیا جائے‘ تاکہ اسلامی معاشرے میں رہنے والے غریب مسلمان بھی عید کی خوشی میں سب کے ساتھ شریک ہوسکیں۔

س: اشفاق احمد خان (مرحوم) کی تصنیف ''من چلے کا سودا'' اور علیم الحق حقی کی تصنیف ''عشق کا عین'' پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی مذہب میں رہتے ہوئے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ جو چیز ضروری ہے وہ صرف اللہ کی پہچان ہے۔ یعنی نجات کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ کیا یہ خیال درست ہے؟ نیز یہ بھی بتایئے کہ صوفی ازم کی اسلام میں کتنی گنجائش ہے۔ (فرقان احمد ہاشمی)

ج: ہمارے نزدیک تصوف کا مقصد درست ہے‘ یعنی تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ۔ لیکن اس کے مروّجہ افکار اور طریقے سنت سے ثابت نہیں ہیں۔ تزکیہ نفس یا تقرب الی اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ شریعت پر عمل ہے۔ یہی اہل سنت کا مؤقف ہے کہ شریعت پر عمل سے ہی انسان اللہ کے ہاں بلند درجات حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح کلام اللہ کی تلاوت اور اس پر خلوص کے ساتھ تدبر و تفکر بھی انسان کے باطن کو روشن کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ صالح اور خدا ترس لوگوں کی صحبت بھی تزکیہ نفس کا موجب ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بھی ایمان میں اضافے کا موجب ہے۔ تاہم یہ بات واضح ہو جانی چاہیے نجات کے لیے اُس دین و شریعت پر ایمان ضروری ہے جو نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ سے لے کر آئے ہیں۔ یہ انداز باطل ہے کہ کسی بھی مذہب میں رہتے ہوئے آخرت میں نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ اِس کے لئے صرف اللہ کی پہچان کافی ہے۔

(واللہ اعلم)

س: والدین کی خدمت کرنا اولاد کا فرض ہے۔ سوال یہ ہے کہ لڑکی کی شادی کے بعد اگر شوہر لڑکی کو والدین کے گھر جانے سے منع کرے تو وہ والدین کی خدمت کس طرح کر سکتی ہے؟ (اشفاق)

ج: بیوی کو اپنے شوہر کی اطاعت کرنی چاہیے۔ خاندان کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان محبت ہو‘ پھر یہ کہ عائلی نظام میں شوہر کو برتری حاصل ہو۔ اِسی لئے اسلام نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت کریں۔ نیک بیویاں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوں۔ وہ عورت جو والدین کی خدمت سے اس وجہ سے محروم ہو کہ اُسے شوہر نے روکا ہوا ہے‘ وہ اپنی نیت کا پھل اللہ تعالیٰ کے ہاں پالے گی۔ جبکہ اپنے عمل کے لیے شوہر اللہ کے ہاں خود جواب دہ ہوگا۔ البتہ ایک صورت یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کو راضی کرے اور اس کی رضامندی حاصل کر کے اپنے والدین کی خدمت کرے۔

س: اعتکاف کی کتنی قسمیں ہیں‘ مسنون اعتکاف سے کیا مراد ہے؟ (وسیم)

ج: علماء نے اعتکاف کی تین قسمیں بیان کی ہیں‘ واجب‘ مسنون اور مستحب۔ واجب اعتکاف وہ ہے جس کی منت مان لی جائے۔ مسنون اعتکاف رمضان کے آخری عشرے میں ہوتا ہے جو 20 رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر عید کا چاند نظر آنے پر مکمل ہوتا ہے۔ مستحب یا نفلی اعتکاف یہ ہے کہ کسی بھی وقت مسجد میں اعتکاف کے ثواب کی نیت سے وقت گزارا جائے۔

س: تعویذ کی شرعی حیثیت کی وضاحت کیجئے؟ (نسیم)

ج: قرآن پاک کے حروف کے تعویذ لکھنا سنت سے ثابت نہیں ہیں بلکہ بدعت ہیں‘ اس لیے ان سے اجتناب ضروری ہے۔ جہاں تک قرآنی آیات کے تعویذ کا معاملہ ہے تو اس بارے میں سلف صالحین میں اختلاف ہے۔ بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بہر حال احوط اور زیادہ صحیح مذہب یہی ہے کہ قرآنی آیات کے تعویذ بھی بچوں یا عورتوں کی گردنوں میں نہ لٹکائے جائیں‘ کیونکہ اس میں قرآنی آیات کی بے حرمتی کا ایک پہلو شامل ہو جاتا ہے۔ بچے اکثر اوقات پیشاب والے ہاتھ اپنے جسم پر لگاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں پر حیض و نفاس وغیرہ کی ناپاکی کے مراحل آتے ہیں۔ مرد بھی بعض اوقات حالت جنابت میں ہوتے ہیں۔ آدمی کو بیت الخلاء میں بھی جانا پڑتا ہے۔ لہٰذا ان حالتوں میں قرآنی آیات کو اپنے جسم کے ساتھ لگا کر رکھنا بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔ رہے وہ تعویذات جو قرآن و حدیث کی دعاؤں پر مشتمل نہ ہوں بلکہ ان میں کسی اور سے مدد مانگی گئی ہو تو ایسے تعویذات کا لٹکانا شرک ہے۔ حدیث میں ہے کہ تعویذ لٹکانا شرک ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جاسکتے ہیں۔

عراق: حالات سخت خراب ہیں

15 اکتوبر کو مختلف فسادات میں تہتر عراقی ہلاک ہو گئے۔ پچھلے چند ماہ سے عراق میں تشدد کے واقعات بہت بڑھ گئے ہیں اور یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔ صورت حال نے امریکیوں کو بھی پریشان کر دیا ہے اور اخباری اطلاع ہے کہ امریکی عراق میں اپنی حکمت عملی تبدیل کر رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس ماہ پچھلے دو سال میں سب سے زیادہ امریکی فوجی مرے ہیں۔ اس صورتحال سے ظاہر ہے کہ امریکا جو مرضی حکمت عملی اختیار کرے' بالآخر اُسے احساس ہو کر رہے گا کہ وہ عراق جنگ کبھی جیت نہیں سکے گا۔

فسادات کے باعث عراقی اپنا وطن چھوڑ رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی ریفیوجی ایجنسی کے مطابق ہر ماہ چالیس ہزار عراقی مہاجر بن رہے ہیں اور ان میں سے اکثریت کا رخ یورپی ممالک کی طرف ہے۔ ایجنسی کی رو سے فی الوقت سولہ لاکھ عراقی بیرون ملک مقیم ہیں۔ ان میں سے پانچ لاکھ اردن اور ساڑھے چار لاکھ شام میں رہ رہے ہیں۔

انگریزوں کا متعصب پن

امریکا اور برطانیہ والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ بڑے کھلے دل کے مالک اور غیر متعصب ہیں مگر یہ معاملہ صرف اپنے بھائی بندوں تک محدود ہے۔ خاص طور پر وہ اسلام کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور یہودی ذرائع ابلاغ بڑھ چڑھ کر ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ ہمیں تو چودہ سو سال پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کبھی تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

اطلاع ہے کہ پردے کے بارے میں سابق برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا کا متنازع بیان آنے کے بعد برطانیہ میں مسلمانوں خصوصاً ان مسلمان خواتین پر حملے بڑھ گئے ہیں جو چادر اوڑھتی یا نقاب پہنتی ہیں۔ کئی ایسے واقعات ہوئے جن میں غنڈہ عناصر نے خاتون کا پردہ نوچ کر پھینک دیا۔ ہمارے لیے پردہ عزت' تحفظ' امن اور شرم وحیا کی علامت ہے۔ دوسری طرف انگریز معاشرے میں تو شرم وحیا اور عزت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ شاید اسی لیے انہیں طیش آتا ہے کہ اس ننگے معاشرے میں پردے کا کیا کام؟ آفرین ہے ان مسلمانوں پر جو ہوس اور نفس کے غلام معاشروں میں بھی اپنی دینی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں اور قومی روایات نبھا رہے ہیں۔ وہ اپنے اوپر ہونے والے حملوں سے خوفزدہ نہیں ہوتے بلکہ یہ واقعات ان کی ہمت مزید بندھا جاتے ہیں۔

ترکی پر فرانس کا وار

فرانسیسی پارلیمنٹ کے ایوان زیریں نے حال ہی میں ایک قانون منظور کیا ہے جس کے مطابق فرانس میں پہلی جنگ عظیم کے دوران ترکوں کی جانب سے آرمینیوں کے قتل عام کی نفی کرنا جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ اس پر ترک حکومت اور ترکوں نے سخت ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ ترکی کا کہنا ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے دوران جب ترک عثمانی سلطنت ٹوٹ رہی تھی' تو ترکوں اور آرمینیوں کے مابین لڑائی ہوئی تھی۔ اس میں فریقین کے ہزاروں افراد مارے گئے تھے۔ ترک فوج نے دانستہ آرمینیوں کا قتل عام نہیں کیا۔ ترکی یورپی یونین میں شامل ہونے کے لیے جدوجہد کر رہا ہے اور ایسے قانون اس کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکتے ہیں۔ کچھ ترک ماہرین نے اپنی حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ وہ زیادہ ناراضی کا اظہار نہ کرے کیونکہ فرانسیسیوں نے دانستہ یہ قدم اٹھایا ہے تا کہ ترکی یورپی یونین میں شامل نہ ہو سکے۔

ایران ڈٹا ہوا ہے

ایران نے سپر پاورز کو خبردار کیا ہے کہ اگر اس پر اقتصادی پابندیاں عائد کی گئیں تو وہ اقوام متحدہ سے تعاون کم کر دے گا۔ یاد رہے کہ سلامتی کونسل جلد یا بدیر اس پر پابندیاں لگانے والی ہے کیونکہ ایرانیوں نے یورینیم کی افزودگی کا کام نہیں روکا۔ اب تو شمالی کوریا کے ایٹمی دھماکے سے اُن کی ہمت مزید بڑھ گئی ہوگی۔

بنگلہ دیش کا پہلا نوبل انعام یافتہ

چھیاسٹھ سالہ بنگلہ دیشی محمد یونس اور ان کے گرامین بینک نے 2006ء کا نوبل امن انعام جیت کر سب کو حیران کر دیا۔ انہیں اعزاز کا مستحق اس لیے سمجھا گیا کہ انہوں نے لاکھوں بنگلہ دیشیوں کو غربت کے چنگل سے آزادی دلوائی اور انہیں اپنے پیروں پر کھڑا کر دیا۔ یہ بہت بڑا عالمی اعزاز ملنے پر بنگلہ دیش میں خوب جشن منایا گیا۔

محمد یونس امریکا سے معاشیات کی تعلیم پا کر وطن واپس لوٹے' تو یہاں پھیلی غربت دیکھ کر انہیں بڑا صدمہ پہنچا۔ وہ جانتے تھے کہ ضمانت کے بغیر کوئی بینک قرضہ نہیں دیتا لہٰذا انہوں نے خصوصاً غریب عورتوں کو چھوٹے قرضے دینے والا گرامین بینک قائم کیا۔ یہ منصوبہ کامیاب رہا اور آج ہر ماہ بینک لاکھوں بنگالی ٹکا بنگالیوں میں تقسیم کرتا ہے جن میں سے 96 فیصد خواتین ہوتی ہیں۔ مزید براں سو سے زیادہ ممالک میں اسی نمونے (مائیکرو کریڈٹ) پر مزید بینک قائم ہو چکے ہیں تا کہ غربت کا خاتمہ ہو سکے۔

نوبل انعام یافتہ محمد یونس کا نظریہ یہ ہے کہ ہاتھ پھیلانے والے کو کبھی بھیک نہ دو بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنے پیروں پر کھڑا کر دو۔ بھیک دینا ہمدردی نہیں بلکہ اس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے' کیونکہ بھکاری رفتہ رفتہ دوسروں کی کمائی پر پلنے والا فرد بن جاتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں گداگری کی ممانعت ہے۔

اسرائیل کو عقل نہیں آئی

13 تا 15 اکتوبر اسرائیلیوں نے غزہ پر حملے کر کے اکیس فلسطینیوں کو شہید کر دیا۔ جون میں اپنے فوجی کے اغوا کے بعد اسرائیلی فوج نے غزہ پر حملہ کر رکھا ہے مگر اسے برآمد کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اسرائیلی الفتح اور حماس کے گوریلوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ چونکہ فلسطینی تنظیمیں حزب اللہ کی طرح مسلح نہیں ہیں' اس لیے وہ اسرائیلیوں کا مقابلہ نہیں کر پاتیں۔ اگر ان کے پاس بھی جدید ہتھیار آ جائیں' تو وہ اسرائیل کو سبق سکھا سکتی ہیں۔

اخباری اطلاع کے مطابق مصری انٹیلی جنس کے سربراہ عمر سلیمان نے دمشق میں حماس کے سیاسی ونگ کے سربراہ خالد مشعل سے ملاقات کی ہے تا کہ فلسطین اتھارٹی میں متحدہ حکومت بنانے کی راہ ہموار ہو سکے۔ بتایا جاتا ہے کہ خالد مشعل نے فلسطینی قیدیوں کی رہائی کے بدلے اسرائیلی فوجی رہا کرنے کی ہامی بھری ہے۔ تاہم انہوں نے اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ گو وہ چاہتے ہیں کہ حماس الفتح کے ساتھ مل کر متحدہ حکومت بنا لے۔ یاد رہے کہ حماس پر چاروں طرف سے شدید دباؤ ہے کہ وہ اسرائیل کو بحیثیت مملکت تسلیم کرے لیکن وہ مسلسل انکاری ہے۔

عقد نکاح

ہماری پیاری بیٹی عزیزہ فریحہ نواز سلمہا کا عقد نکاح
عزیزم حافظ بلال احمد سلمہ خلف الرشید بھائی مظفر احمد منور (مرحوم)
سے 27 اکتوبر بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر'
جامع القرآن' قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن' لاہور میں منعقد ہوگا۔
خطبۂ نکاح بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ارشاد فرمائیں گے۔
تمام قارئین کو اس محفل نکاح میں شرکت کی دعوت ہے۔ جو کسی وجہ سے شرکت نہ کر سکیں وہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

متمنی شرکت: محمد نواز سیال
رفیق تنظیم اسلامی حلقہ لاہور وسطی

short periods from time to time, also for appearances, whenever somebody important abroad voices some protest. Then comes another "urgent security warning" and the situation is back to normal.

To round off the picture, the Israeli Air Force bombed the only power station in the Strip, so that for a part of the day there is no electricity, and the water supply (which depends on electric pumps) stops also. Even on the hottest days, with temperatures of over 30 degrees centigrade in the shade, there is no electricity for refrigerators, air conditioning, the water supply or other needs.

In the West Bank, a territory much larger than the Gaza Strip (which makes up only 6% of the occupied Palestinian territories but holds 40% of the inhabitants), the situation is not quite so desperate. But in the Strip, more than half of the population lives beneath the Palestinian "poverty line", which lies of course very, very far below the Israeli "poverty line". Many Gaza residents can only dream of being considered poor in the nearby Israeli town of Sderot.

What are the governments of Israel and the US trying to tell the Palestinians? The message is clear: You will reach the brink of hunger, and even beyond, if you do not surrender. You must remove the Hamas government and elect candidates approved by Israel and the US. And, most importantly: you must be satisfied with a Palestinian state consisting of several enclaves, each of which will be utterly dependent on the tender mercies of Israel.

AT THE moment, the directors of the scientific experiment are pondering a puzzling question: how on earth do the Palestinians still hold out, in spite of everything?

According to all the rules, they should have been broken long ago!

Indeed, there are some encouraging signs. The general atmosphere of frustration and desperation creates tension between Hamas and Fatah. Here and there clashes have broken out, people were killed and wounded, but in each case the deterioration was halted before it became a civil war. The thousands of hidden Israeli collaborators are also helping to stir things up. But contrary to all expectations, the resistance did not evaporate. Even the captured Israeli soldier has not been released.

One of the explanations has to do with the structure of Palestinian society. The Hamulah (extended family) plays a central role there. As long as one person in the family is working, the relatives, too, do not die of hunger, even if there is widespread malnutrition. Everyone who has any income shares it with all his brothers and sisters, parents, grandparents, cousins and their children. That is a primitive system, but quite effective in such circumstances. It seems that the planners of the experiment did not take this into account.

In order to quicken the process, the whole might of the Israeli army is now being used again, as from this week.

For three months the army was busy with the Second Lebanon War. It became apparent that the army, which for the last 39 years has been employed mainly as a colonial police force, does not function very well when suddenly confronted with a trained and armed opponent that can fight back.

Hizbullah used deadly anti-tank weapons against the armored forces, and rockets rained down on Northern Israel. The army has long ago forgotten how to deal with such an enemy.

And the campaign did not end well.

Now the army returns to the war it knows. The Palestinians in the Strip do not (yet) have effective anti-tank weapons, and the Qassam rockets cause only limited damage. The army can again use tanks against the population without hindrance. The Air Force, which in Lebanon was afraid to send in helicopters to remove the wounded, can now fire missiles at the houses of "wanted persons", their families and neighbors, at leisure. If in the last three months "only" 100 Palestinians were killed per month, we are now witnessing a dramatic rise in the number of Palestinians killed and wounded.

How can a population that is hit by hunger, lacking medicaments and equipment for its primitive hospitals and exposed to attacks on land, from sea and from the air, hold out? Will it break? Will it go down on its knees and beg for mercy? Or will it find inhuman strength and stand the test?

In short: What and how much is needed to get a population to surrender?

All the scientists taking part in the experiment - Ehud Olmert and Condoleezza Rice, Amir Peretz and Angela Merkel, Dan Halutz and George Bush, not to mention Nobel Peace Price laureate Shimon Peres - are bent over the microscopes and waiting for an answer, which undoubtedly will be an important contribution to political science.

I hope the Nobel Committee is watching.

Uri Avnery is an Israeli author and activist. He is the head of the Israeli peace movement, "Gush Shalom".

(Courtesy:"Information Clearing House")

بقیہ: سالگرہ یا برسی؟

واقعی گراس روٹ لیول تک منتقل ہو گیا ہے یا آئینی چیف ایگزیکٹو (وزیراعظم) کے اختیارات بھی سلب کر لئے گئے ہیں اور کیا ''نیب'' نے فوری اور بے لاگ انصاف کے تقاضے پورے کر دیئے ہیں؟

سات نکاتی ایجنڈے کے آئینے میں سات سالہ کارکردگی کا چہرہ دیکھنے سے قطع نظر' دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ کیا آج کا پاکستان' سات سال پہلے کے پاکستان سے زیادہ آبرومند اور سربلند ہے؟ کیا بھارت کے مقابلے میں ہمارے تفاخر کی اڑان زیادہ اونچی ہوگئی ہے؟ کیا تحریک حریت کشمیر زیادہ توانا ہوگئی ہے؟ کیا اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق استصواب رائے کے دیرینہ پاکستانی موقف کو تقویت ملی ہے؟ کیا ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ سجانے سے ہمارا ایٹمی پروگرام عالمی اوباشوں کی بدنگاہی سے محفوظ ہوگیا ہے؟ کیا آج کی جمہوریت سات سال پہلے کی جمہوریت سے زیادہ پری چہرہ ہے؟ کیا کرپشن کا قلع قمع ہوگیا ہے؟ کیا بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی قدرومنزلت بڑھ گئی ہے۔

صدر مشرف کے ایجنڈے کو رچرڈ آرمیٹج کے سات نکاتی ایجنڈے نے نگل لیا جو پانچ سالوں سے پاکستان کا دستورالعمل بن گیا ہے۔ 17 اکتوبر 1999ء کو ذہن میں رکھتے ہوئے دیکھئے کہ ملا عمر کا افغانستان بہتر تھا یا کرزئی کا؟ ڈیورنڈ لائن پر 80 ہزار پاکستانی سپاہ' وزیرستان' بلوچستان' جنسِ بازار بن جانے والی حاکمیت اعلیٰ' امریکی ایجنٹ کہلوانے کا شہرہ' ڈرنے والی قوم' دوستوں کو فروخت کرنے والا گروہ اور گھرکیاں کھاتا ملک۔ 17 اکتوبر 1999ء کو تو ہم ایسے نہ تھے تب تو ہمارے اندر پانچ شعلہ بار ٹیلی فون کالز کا منہ توڑ جواب دینے کا حوصلہ بھی تھا اور آج ہمارا منصب صرف یہ رہ گیا ہے کہ تختِ کابل پر فروکش شاہی جبّہ پہنے ایک مسخرے کی بارگاہ ناز کے چوبدار اور اس کے قصر اقتدار کے محافظ بنے بیٹھے ہیں اور اس پر بھی ناز کرتے ہیں۔

سورج خاصا اوپر آ گیا ہے لیکن دوپہر کی میلی دھوپ میں سوگواری کی پیلاہٹیں اب بھی جوں کی توں ہیں اور سات برس پہلے والے 12 اکتوبر کی برسی کا دکھ بڑھتا جا رہا ہے۔

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 39

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Uri Avnery

The Great Experiment

IS it possible to force a whole people to submit to foreign occupation by starving it?

That is, certainly, an interesting question. So interesting, indeed, that the governments of Israel and the United States, in close cooperation with Europe, are now engaged in a rigorous scientific experiment in order to obtain a definitive answer.

The laboratory for the experiment is the Gaza Strip, and the guinea pigs are the million and a quarter Palestinians living there.

IN ORDER to meet the required scientific standards, it was necessary first of all to prepare the laboratory.

That was done in the following way: First, Ariel Sharon uprooted the Israeli settlements that were stuck there.

After all, you can't conduct a proper experiment with pets roaming around the laboratory. It was done with "determination and sensitivity", tears flowed like water, the soldiers kissed and embraced the evicted settlers, and again it was shown that the Israeli army is the most-most in the world.

With the laboratory cleaned, the next phase could begin: all entrances and exits were hermetically sealed, in order to eliminate disturbing influences from the world outside.

That was done without difficulty. Successive Israeli governments have prevented the building of a harbor in Gaza, and the Israeli navy sees to it that no ship approaches the shore. The splendid international airport, built during the Oslo days, was bombed and shut down. The entire Strip was closed off by a highly effective fence, and only a few crossings remained, all but one controlled by the Israeli army.

There remained a sole connection with the outside world:

the Rafah border crossing to Egypt. It could not just be sealed off, because that would have exposed the Egyptian regime as a collaborator with Israel. A sophisticated solution was found: to all appearances the Israeli army left the crossing and turned it over to an international supervision team. Its members are nice guys, full of good intentions, but in practice they are totally dependent on the Israeli army, which oversees the crossing from a nearby control room. The international supervisors live in an Israeli kibbutz and can reach the crossing only with Israeli consent.

So everything was ready for the experiment.

THE SIGNAL for its beginning was given after the Palestinians had held spotlessly democratic elections, under the supervision of former President Jimmy Carter.

George Bush was enthusiastic: his vision of bringing democracy to the Middle East was coming true.

But the Palestinians flunked the test. Instead of electing "good Arabs", devotees of the United States, they voted for very bad Arabs, devotees of Allah. Bush felt insulted. But the Israeli government was ecstatic: after the Hamas victory, the Americans and Europeans were ready to take part in the experiment. It could start:

The United States and the European Union announced the stoppage of all donations to the Palestinian Authority, since it was "controlled by terrorists". Simultaneously, the Israeli government cut off the flow of money.

To understand the significance of this: according to the "Paris Protocol" (the economic annex of the Oslo agreement) the Palestinian economy is part of the Israeli customs system. This means that Israel collects the duties for all the goods that pass through Israel to the Palestinian territories - actually, there is no other route. After deducting a fat commission, Israel is obligated to turn the money over to the Palestinian Authority.

When the Israeli government refuses to pass on this money, which belongs to the Palestinians, it is, simply put, robbery in broad daylight. But when one robs "terrorists", who is going to complain?

The Palestinian Authority - both in the West Bank and the Gaza Strip - needs this money like air for breathing. This fact also requires some explanation: in the 19 years when Jordan occupied the West Bank and Egypt the Gaza Strip, from 1948 to 1967, not a single important factory was built there. The Jordanians wanted all economic activity to take place in Jordan proper, east of the river, and the Egyptians neglected the strip altogether.

Then came the Israeli occupation, and the situation became even worse. The occupied territories became a captive market for Israeli industry, and the military government prevented the establishment of any enterprise that could conceivably compete with an Israeli one.

The Palestinian workers were compelled to work in Israel for hunger wages (by Israeli standards). From these, the Israeli government deducted all the social payments levied on Israeli workers, without the Palestinian workers enjoying any social benefits. This way the government robbed these exploited workers of tens of billions of dollars, which disappeared somehow in the bottomless barrel of the government.

When the intifada broke out, the Israeli captains of industry and agriculture discovered that it was possible to get along without the Palestinian workers. Indeed, it was even more profitable. Workers brought in from Thailand, Romania and other poor countries were ready to work for even lower wages and in conditions bordering on slavery.

The Palestinian workers lost their jobs.

That was the situation at the beginning of the experiment:

the Palestinian infrastructure destroyed, practically no means of production, no work for the workers. All in all, an ideal setting for the great "experiment in hunger".

THE IMPLEMENTATION started, as mentioned, with the stoppage of payments.

The passage between Gaza and Egypt was closed in practice.

Once every few days or weeks it was opened for some hours, for appearances' sake, so that some of the sick and dead or dying could get home or reach Egyptian hospitals.

The crossings between the Strip and Israel were closed "for urgent security reasons". Always, at the right moment, "warnings of an imminent terrorist attack" appeared.

Palestinian agricultural products destined for export rot at the crossing. Medicines and foodstuffs cannot get in, except for